قادیانی عبادات نماز، روزہ، حج، زکوۃ پر مفصل تحریر

قادیانی زکوۃ اور مالی فتوحات

مفتی مبشر شاہ

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

مالی فتوحات سے بخل زکوٰۃ تک

اسلامی شریعت کے پانچ بنیادی ستونوں میں سے زکوٰۃ وہ اہم مالیاتی عبادت ہے جسے قرآن کریم نے ستر سے زائد مقامات پر نماز کے ساتھ جوڑ کر بیان کیا ہے۔ زکوٰۃ محض ایک ٹیکس نہیں، بلکہ تزکیہ نفس اور غرباء کی کفالت کا وہ الٰہی نظام ہے جو مال کو پاک کرتا ہے۔ تاریخِ اسلام گواہ ہے کہ جب منکرین زکوٰۃ نے سر اٹھایا تو خلیفہِ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف اعلانِ جنگ فرمایا۔ لیکن چودھویں صدی میں نبوت کا دعویٰ کرنے والے مرزا غلام قادیانی نے جہاں عقائدِ اسلام پر ڈاکہ ڈالا، وہیں اس نے مالی فتوحات کے نام پر ایک ایسا نظام وضع کیا جو اسلام کی روح کے منافی اور خالصتاً مادہ پرستی پر مبنی تھا۔

قرآن کریم کا دوٹوک فیصلہ ہے:

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ

ترجمہ کنزالایمان: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

(البقرۃ43)

زکوۃ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ , فَقَالَ: ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ , وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ

فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن (کا حاکم بنا کر) بھیجا تو فرمایا کہ تم انہیں اس کلمہ کی گواہی کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر وہ لوگ یہ بات مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر روزانہ پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ لوگ یہ بات بھی مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مال پر کچھ صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے مالدار لوگوں سے لے کر انہیں کے محتاجوں میں لوٹا دیا جائے گا۔

(صحیح بخاری، کتاب الزکوۃ 1395)

شریعت کا ضابطہ واضح ہے صاحب نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے، اور اسے ادا نہ کرنے والا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا باغی ہے۔

مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن) میں فخریہ اعتراف کیا کہ:

☆ مباہلہ کے بعد اس کے پاس دو لاکھ سے زائد روپیہ آیا۔

☆ اس کے پاس تحائف کے اتنے انبار لگے کہ کئی کوٹھے بھر گئے۔

☆ سونے کے ڈھیر اس طرح آئے کہ اس نے نام ظاہر کرنا بھی مناسب نہ سمجھا۔

لیکن جب ہم اس کے عمل کی طرف دیکھتے ہیں تو قادیانیوں کی معتبر کتاب سیرت المہدی میں مرزا کا بیٹا بشیر احمد ایم اے گواہی دیتا ہے: "حضرت مسیح موعود (مرزا) نے کبھی

زکوٰۃ ادا نہیں کی۔"

یہ وہ نقطہ ہے جہاں مرزا کا دعویٰ تقویٰ دم توڑ دیتا ہے۔ جو شخص اپنی مالی فتوحات کو آسمانی نشان قرار دے، وہ اسی مال پر اللہ کا حق (زکوٰۃ) مار کر کیسے مصلحِ وقت ہو سکتا ہے؟

مرزا قادیانی نے جب دیکھا کہ زکوٰۃ نہ دینے پر اس کی گرفت ہو سکتی ہے، تو اس نے زکوٰۃ کا رخ غریبوں سے موڑ کر اپنی ہی ذات کی طرف کر دیا۔ اس نے حکم دیا:

"زکوٰۃ میں میری کتابیں خریدی جائیں اور مفت تقسیم کی جائیں۔"

یہ اسلام کے چودہ سو سالہ نظامِ زکوٰۃ میں بدترین تحریف تھی۔ زکوٰۃ کا مقصد غریب کی روٹی اور لباس تھا، نہ کہ کسی مصنف کی کتابوں کی سیل (Sale) بڑھانا۔ مرزا نے مریدوں کو پابند کیا کہ وہ زکوٰۃ نکالیں اور وہ رقم پھر گھوم کر مرزا ہی کی تجوری میں آجائے، کیونکہ کتابیں تو مرزا کی ہی خریدی جانی تھیں۔

مرزا کے بیٹے مرزا محمود نے اپنے دور میں زکوٰۃ نہ دینے والے کو یقیناً چور اور غیر مومن قرار دیا، مگر ساتھ ہی سرکاری ٹیکس کو زکوٰۃ کا نعم البدل قرار دینے کی مضحکہ خیز تاویل پیش کی۔ یہ درحقیقت اپنے والد کے اس جرم پر پردہ ڈالنے کی کوشش تھی کہ اس نے عمر بھر زکوٰۃ کیوں نہیں دی؟ اگر زکوٰۃ نہ دینے والا چور ہے، تو مرزا قادیانی کے انبارِ زر اور بھرے ہوئے کوٹھوں کا حساب کون دے گا؟

اس کتاب میں مستند حوالوں اور خود مرزا قادیانی کی تحریروں سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ:

1: مرزا کے پاس مال کی فراوانی تھی، وہ غریب یا نادار نہیں تھا۔

2: اس نے اسلام کے رکن سوم زکوٰۃ کو اپنی زندگی میں کبھی اہمیت نہیں دی اور عملاً اس کا انکار کیا۔

3: اس نے مریدین کے مال کو الہامات کے ذریعے بٹورنے کے نت نئے طریقے

ایجاد کیے۔

4: اس نے زکوٰۃ کے شرعی مصارف بدل کر رقم کو اپنی کتب کی فروخت میں استعمال کرنے کا غیر شرعی حکم دیا۔

یہ کتاب ہر اس شخص کے لیے لمحۂ فکریہ ہے جو مرزا قادیانی کو درویش صفت یا اسلام کا خادم سمجھتا ہے۔ جس شخص کا اپنا دامن غریبوں کے حق (زکوٰۃ) سے خالی ہو اور جس کی روحانیت کا مرکز و محور صرف ڈاک خانے کے رجسٹر اور نوٹوں کے بنڈل ہوں، وہ نبوت تو دور کی بات، ایک عام دیانتدار مسلمان کہلانے کا بھی حقدار نہیں۔

یہ مجموعۂ دلائل قادیانیت کے معاشی فریب کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوگا، ان شاءاللہ۔

تارکِ زکوٰۃ مرزا

ڈاکٹر میر محمد اسمعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود نے حج نہیں کیا۔ اعتکاف نہیں کیا۔ زکوۃ نہیں دی تسبیح نہیں رکھی۔

(سیرت المہدی حصہ سوم، صفحہ 623، روایت نمبر 672)

مرزا قادیانی کی زندگی کے تضادات اور اسلام سے اس کی انحراف پسندی کو سمجھنے کے لیے سیرت المہدی کا یہ حوالہ ایک بنیادی کلید کی حیثیت رکھتا ہے، جو اس کے باطن کا مکمل نقشہ پیش کرتا ہے۔ اسلام کی بنیاد جن پانچ ستونوں پر ہے، زکوٰۃ ان میں سے ایک ایسا اہم مالی فریضہ ہے جو صاحبِ نصاب پر فرض ہے، مگر مرزا قادیانی نے اپنے خود ساختہ منصبِ نبوت و مسیحیت کے باوجود اس رکن اسلام کو یکسر نظر انداز کیے رکھا۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل کی یہ گواہی کہ مرزا نے کبھی زکوٰۃ نہیں دی، اس حقیقت پر مہرِ تصدیق ثبت کرتی ہے کہ وہ مصلحِ امت نہیں بلکہ ایک مکار مالیاتی شکاری تھا جس کی نظریں صرف دوسروں کے اموال پر رہتی تھیں۔

ایک طرف وہ خود کو اپنے مریدوں سے کہیں زیادہ صاحبِ ثروت اور متمول ظاہر کرتا تھا، مگر جب باری اللہ کی راہ میں مال نکالنے کی آئی تو اس نے شرعی نصاب کو فراموش کر دیا۔ یہ تضاد ثابت کرتا ہے کہ اس نے مذہب کا لبادہ صرف اس لیے اوڑھا تھا تاکہ مالی فتوحات کے نام پر سادہ لوح لوگوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالا جا سکے اور اپنی تجوریاں بھری جا سکیں۔ سیرت المہدی کی یہ روایت اس کے نام نہاد روحانی دعووں کی عمارت کو زمین بوس کرنے کے لیے کافی ہے، کیونکہ جو شخص دین کے بنیادی ستون زکوٰۃ کا تارک ہو، وہ مسلمانوں کا پیشوا تو دور کی بات، ایک عام متقی مسلمان کہلانے کا حقدار بھی نہیں رہتا۔ یہ حوالہ اس رسالے کی بنیاد ہے جو یہ واضح کرتا ہے کہ قادیانی عبادات کا اسلام کی پاکیزہ تعلیمات سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

مرزا قادیانی صاحب نصاب تھا

میں مشتہر ایسے مجیب کو بلا عذرے وحیلتے اپنی جائیداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دے دوں گا۔

(روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 28، براہین احمدیہ حصہ اول)

مرزا قادیانی کی مالیاتی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ محض دعووں کی حد تک نہیں بلکہ عملی طور پر ایک صاحبِ جائیداد اور متمول شخص تھا، جس پر شرعی طور پر زکوٰۃ کی ادائیگی لازم تھی۔ براہین احمدیہ میں اپنی جائیداد کی قیمت دس ہزار روپے ظاہر کرنا جو کہ اس دور کے حساب سے ایک خطیر رقم تھی اور نصابِ زکوٰۃ سے کئی گنا زیادہ تھی اس کے صاحبِ نصاب ہونے کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ لیکن تضاد کی انتہا دیکھیے کہ ایک طرف وہ اپنی ہزاروں روپے کی قیمتی جائیداد کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے اور دوسری طرف سیرت المہدی جیسی معتبر قادیانی کتاب خود گواہی دے رہی ہے کہ اس نے زندگی بھر کبھی زکوٰۃ ادا نہیں کی۔ یہ تضاد اس کے باطنی خباثت اور مالی ہوس کا وہ تاریک پہلو ہے جو یہ ثابت کرتا

ہے کہ اس کے نزدیک مذہب صرف مال بٹورنے کا ایک ذریعہ تھا، نہ کہ احکاماتِ الٰہیہ کی بجا آوری کا نام۔ وہ مریدین سے تو چندوں اور عطیات کے نام پر ان کی خون پسینے کی کمائی وصول کرتا رہا اور اپنی مالی فتوحات کا جال پھیلاتا رہا، مگر جب خود پر عائد ہونے والی زکوٰۃ کی باری آئی تو وہ اس سے صاف مکر گیا۔ یہ صورتحال واضح کرتی ہے کہ مرزا قادیانی نے نہ صرف مسلمانوں کی عبادات کا حلیہ بگاڑا بلکہ اسلام کے مالیاتی نظام کی روح کو بھی اپنے ذاتی مفادات کی بھینٹ چڑھا دیا، جو اس کے کذب اور فریبِ نفس کا سب سے بڑا تاریخی گواہ ہے۔

مالی فتوحات کی ہوس اور کتمانِ زکوٰۃ

جسمانی نعمتیں جو مباہلہ کے بعد میرے پر وارد ہوئیں وہ مالی فتوحات ہیں ۔ جو اس درویش خانہ کے لئے خدا تعالیٰ نے کھول دیں۔ مباہلہ کے روز سے آج تک پندرہ ہزار کے قریب فتوح غیب کا روپیہ آیا۔

(روحانی خزائن جلد 11، صفحہ 312، ضمیمہ رسالہ انجام آتھم)

مرزا قادیانی کے معاشی حالات اور اس کی مذہبی تجارت کا بغور مشاہدہ کیا جائے تو یہ حقیقت پوری طرح بے نقاب ہو جاتی ہے کہ اس نے مذہب کو صرف دولت سمیٹنے کا ذریعہ بنایا تھا۔ انجامِ آتھم میں اس کا یہ اعتراف کہ مباہلے کے بعد اس کے درویش خانہ میں پندرہ ہزار روپے کی فتوحِ غیب یعنی نقد رقم آئی، اس کے صاحبِ ثروت ہونے کا ایک اور بڑا ثبوت ہے۔ اس دور میں پندرہ ہزار کی رقم ایک شاہانہ سرمایہ تھی، مگر حیرت کا مقام یہ ہے کہ جس درویش کے پاس ہزاروں روپے کی ریل پیل ہو اور جو اپنی جائیداد کی قیمت بھی دس ہزار روپے سے زائد بتاتا ہو، اس کے بارے میں گھر کے گواہ یہ بیان دے رہے ہیں کہ اس نے کبھی زکوٰۃ ادا نہیں کی۔ یہ طرزِ عمل اس کے نام نہاد روحانی دعووں کے منہ پر ایک طمانچہ

ہے۔ کیونکہ ایک طرف تو وہ لوگوں کی جیبیں کاٹ کر اسے خدا کی نعمت اور مالی فتوحات کا نام دے کر اپنی تجوریاں بھرتا رہا، لیکن دوسری طرف اسلام کے بنیادی رکن اور غریبوں کے حق یعنی زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت قطعی طور پر تارکِ عبادات رہا۔ یہ تضاد ثابت کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک عبادات محض دوسروں کو دھوکہ دینے کے لیے تھیں، جبکہ اس کا اصل مشن صرف مالی فتوحات کے نام پر مال جمع کرنا تھا، جس میں اللہ کے حکم کی تعمیل کے بجائے صرف نفس کی تسکین اور معاشی ہوس کارفرما تھی۔

لاکھوں کی دولت اور زکوٰۃ سے مجرمانہ فرار

خدا نے ہماری ترقی کی اور بڑے بڑے نشان ظاہر کئے آسمان سے بھی اور زمین سے بھی اور ایک دنیا کو میری طرف رجوع دے دیا اور جب مباہلہ ہوا تو شاید چالیس آدمی میرے دوست تھے اور آج ستر ہزار کے قریب اُن کی تعداد ہے اور مالی فتوحات اب تک دو لاکھ روپیہ سے بھی زیادہ اور ایک دنیا کو غلام کی طرح ارادت مند کر دیا اور زمین کے کناروں تک مجھے شہرت دے دی۔

(روحانی خزائن جلد 18، صفحہ 410، نزول المسیح)

مرزا قادیانی کی معاشی ہوس اور مالیاتی تضادات کی انتہا نزولِ مسیح کے اس اعتراف سے مکمل طور پر واضح ہو جاتی ہے، جہاں وہ اپنی مالی فتوحات کا حجم دو لاکھ روپے سے بھی زائد بتاتا ہے۔ بیسویں صدی کے آغاز میں دو لاکھ روپے کی خطیر رقم ایک ایسی کثیر دولت تھی جو کسی ریاست کے خزانے یا بڑے جاگیرداروں کے پاس ہوا کرتی تھی، مگر تعجب ہے کہ اس قدر مال و دولت کے انبار جمع کرنے کے باوجود مرزا قادیانی نے کبھی ایک روپیہ زکوٰۃ ادا نہیں کی۔ ایک طرف مریدین کی تعداد ستر ہزار تک پہنچنے اور انہیں غلاموں کی طرح ارادت مند بنا

کر ان سے لاکھوں روپے بٹورنے کا فخریہ تذکرہ کیا جارہا ہے، اور دوسری طرف اسلام کے اس بنیادی مالیاتی فریضے سے مکمل انحراف کیا جارہا ہے جو معاشرے کے غرباء اور مساکین کا حق ہے۔ یہ تضاد اس حقیقت کا بین ثبوت ہے کہ مرزا قادیانی کا مقصد کوئی دینی اصلاح یا روحانی مشن نہیں تھا، بلکہ وہ مذہب کی آڑ میں ایک ایسی مالیاتی سلطنت قائم کرنا چاہتا تھا جہاں صرف لینا جائز ہو اور دینا (بطورِ زکوٰۃ) شجرِ ممنوعہ ہو۔ سیرت المہدی کی وہ شہادت کہ" اس نے کبھی زکوٰۃ نہیں دی" جب ان لاکھوں روپے کی فتوحات کے سامنے رکھی جاتی ہے، تو یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ مرزا نے لوگوں کی جیبیں کاٹ کر اپنی تجوریاں تو بھر لیں، مگر اللہ کے مقرر کردہ فرائض کی ادائیگی میں ہمیشہ بخل اور دانستہ پہلوتہی سے کام لیا۔

میں پہلے غریب انسان تھا

مالی مدد کی کہ جس کا شکریہ بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ۔ مجھے اپنی حالت پر خیال کر کے اس قدر بھی اُمید نہ تھی کہ دس روپیہ ماہوار بھی آئیں گے مگر خدا تعالیٰ جو غریبوں کو خاک میں سے اُٹھاتا اور متکبروں کو خاک میں ملاتا ہے اُس نے ایسی میری دستگیری کی کہ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اب تک تین لاکھ کے قریب روپیہ آچکا ہے اور شائد اس سے زیادہ ہو۔

حاشیہ: اگرچہ منی آرڈروں کے ذریعہ ہزارہا روپے آچکے ہیں مگر اُس سے زیادہ وہ ہیں جو خود مخلص لوگوں نے آکر دیئے اور جو خطوط کے اندر نوٹ آئے اور بعض مخلصوں نے نوٹ یا سونا اس طرح بھیجا جو اپنا نام بھی ظاہر نہیں کیا اور مجھے ب تک معلوم نہیں کہ ان کے نام کیا کیا ہیں۔

(روحانی خزائن جلد22،صفحہ 221،حقیقۃ الوحی)

مرزا قادیانی کی مالی ہوس کا سفر دس روپے کی حقیر تمنا سے شروع ہو کر تین لاکھ روپے سے زائد کی خطیر رقم تک جا پہنچا، جو اس دور کے حساب سے آج کے کروڑوں روپے کے برابر بنتی ہے۔ حقیقۃ الوحی کا یہ اعتراف کہ منی آرڈروں، خطوط میں چھپے نوٹوں اور گمنام سونے کی صورت میں اس کے پاس دولت کا سیلاب امڈ آیا، اس کے انتہائی متمول اور صاحبِ ثروت ہونے کی وہ دلیل ہے جس کی تصدیق خود اس کے اپنے قلم سے ہو رہی ہے۔ مگر اس رسالے کا اصل المیہ اور تضاد یہ ہے کہ جس شخص کے پاس سونے کے ڈھیر لگے ہوں اور جس کی تجوریوں میں لاکھوں روپے فتوحِ غیب کے نام پر جمع ہو رہے ہوں، وہ اسلام کے بنیادی رکن زکوٰۃ کی ادائیگی سے مکمل طور پر منحرف رہتا ہے۔ ایک طرف وہ خاک سے اٹھائے جانے کا ڈرامہ رچا کر مریدین سے ان کی خون پسینے کی کمائی اور سونا بٹورتا رہا، لیکن دوسری طرف غریبوں، یتیموں اور مساکین کا وہ حق جو اللہ نے زکوٰۃ کی صورت میں فرض کیا تھا، اسے ہضم کر گیا۔ سیرت المہدی کی یہ گواہی کہ "مرزا نے کبھی زکوٰۃ نہیں دی" ان لاکھوں روپے کے اعترافات کے ساتھ مل کر یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ اس کی یہ "مالی فتوحات" کوئی الٰہی نصرت نہیں تھیں بلکہ مذہب کے نام پر عوام کی جیبیں کاٹ کر ذاتی عیاشی اور تجوریاں بھرنے کا ایک منظم فریب تھا۔ جو شخص لاکھوں روپے اور سونے کی موجودگی میں بھی زکوٰۃ کا تارک ہو، اس کا دعویٰ تقویٰ اور مسیحیت سراسر باطل اور مکر و فریب پر مبنی ہے۔

مباہلہ کے بعد مالی فتوحات

روحانی انعامات کا نمونہ میں لکھ چکا ہوں یعنی یہ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے وہ
علم قرآن اور علم زبان محض اعجاز کے طور پر بخشا کہ اس کے مقابل پر
صرف عبدالحق کیا بلکہ کل مخالفوں کی ذلت ہوئی اور جسمانی نعمتیں جو

مباہلہ کے بعد میرے پر وارد ہوئیں وہ مالی فتوحات ہیں جو اس درویش خانہ کے لئے خدا تعالیٰ نے کھول دیں مباہلہ کے روز سے آج تک پندرہ ہزار کے قریب فتوح غیب کا روپیہ آیا جو اس سلسلہ کے ربانی مصارف میں خرچ ہوا۔

(حیات طیبہ صفحہ 159، 158)

مرزا قادیانی کی مالیاتی تاریخ کا یہ رخ حد درجہ حیران کن ہے کہ وہ ایک طرف مباہلوں اور جھوٹے دعووں کے بعد آنے والی رقم کو جسمانی نعمتوں اور مالی فتوحات سے تعبیر کرتا ہے، تو دوسری طرف ان کثیر رقوم کی شرعی حیثیت کو یکسر فراموش کر دیتا ہے۔ حیاتِ طیبہ میں پندرہ ہزار روپے کی فتوحِ غیب کا تذکرہ اس کے صاحبِ نصاب ہونے کی ایسی کھلی دلیل ہے جس سے کسی طور مفر ممکن نہیں، لیکن المیہ یہ ہے کہ ان ربانی مصارف کی فہرست میں کہیں بھی زکوٰۃ جیسے اہم فریضے کا نشان تک نہیں ملتا۔ ایک طرف وہ ان فتوحات کو اعجازِ باری تعالیٰ قرار دے کر اپنی حقانیت کا ثبوت پیش کرتا ہے، مگر دوسری طرف اللہ کے مقرر کردہ اس بنیادی مالیاتی قانون (زکوٰۃ) کی خلاف ورزی کرتا ہے جو ہر متمول مسلمان پر فرض ہے۔ یہ طرزِ عمل واضح کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کا درویش خانہ درحقیقت ایک ایسی تجوری تھا جہاں سے مال صرف اندر تو آسکتا تھا مگر غریبوں اور مساکین کے لیے بطورِ زکوٰۃ باہر نہیں جا سکتا تھا۔ سیرت المہدی کی یہ شہادت کہ اس نے کبھی زکوٰۃ نہیں دی، ان پندرہ ہزار کے فتوح کے ساتھ مل کر یہ ثابت کر دیتی ہے کہ اس کا مقصد دین کی اشاعت نہیں بلکہ مذہب کی آڑ میں دولت اکٹھی کرنا اور لوگوں کی جیبیں کاٹ کر اسے اپنے من گھڑت مقاصد میں صرف کرنا تھا، جبکہ مسلمانوں کی خالص عبادات اور مالیاتی فرائض سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔

مباہلہ یا نوٹوں کی برسات

عبد الحق نے مباہلہ کے بعد کونسی عزت دنیا میں پائی۔کونسی قبولیت
اس کی لوگوں میں پھیلی۔کونسے مالی فتوحات کے دروازے اس پر
کھلے۔کون سی علمی فضیلت کی پگڑی اس کو پہنائی گئی۔

(روحانی خزائن جلد 11، صفحہ 317، ضمیمہ رسالہ انجام آتھم)

مرزا قادیانی کی مالی ہوس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنی نام نہاد صداقت کا معیار ہی دولت کی ریل پیل کو قرار دے دیا تھا۔انجامِ آتھم میں مولوی عبد الحق غزنوی کے خلاف تضحیک آمیز لہجہ اپناتے ہوئے ان کی غربت کا مذاق اڑانا اور مالی فتوحات کے دروازے نہ کھلنے کو ان کی ذلت کی علامت قرار دینا، مرزا کے مادہ پرست ذہن کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ اقتباس ثابت کرتا ہے کہ مرزا کے نزدیک روحانیت کا کوئی مقام نہیں تھا، بلکہ وہ صرف اس شخص کو معزز سمجھتا تھا جس کی تجوریاں مریدین کے مال سے بھری ہوں۔ستم ظریفی یہ ہے کہ ایک طرف وہ اپنی دولت اور فتوحات کو منجانب اللہ ہونے کی دلیل بنا کر پیش کر رہا ہے اور مخالفین کو ان کی مالی تنگی پر طعنے دے رہا ہے، لیکن دوسری طرف اسی مال و دولت پر عائد ہونے والا اللہ کا حق یعنی زکوٰۃ ادا کرنے سے قطعی منحرف ہے۔ یہ اس کے کذب کا سب سے بڑا ثبوت ہے کہ وہ دولت کو علمی فضیلت کی پگڑی تو کہتا ہے مگر اسی دولت کو زکوٰۃ کے ذریعے پاک کرنے کا قائل نہیں۔ سیرت المہدی کی گواہی اور مرزا کا یہ تکبرانہ بیان مل کر یہ حقیقت واضح کرتے ہیں کہ اس کا مشن صرف لوگوں کی جیبیں کاٹ کر اپنی معاشی برتری قائم کرنا تھا، جبکہ اسلام کی نظر میں فضیلت کا معیار تقویٰ ہے، نہ کہ وہ دولت جس سے زکوٰۃ تک نہ نکالی گئی ہو۔

فتوحاتِ زر کا تفاخر اور فریضہِ زکوٰۃ

ان دونوں قسم کے حملوں کا دندان شکن جواب حضرت اقدس نے اس

رسالہ میں دیا ہے اور میاں عبدالحق سے جو مباہلہ ہوا تھا اس کے بعد جو اللہ تعالیٰ کی تائیدات ترقی جماعت اور ظہور نشانات سماوی اور مالی فتوحات وغیرہ کی صورت میں آپ کو حاصل ہوئیں ان کا تفصیل سے ذکر فرمایا ہے اور مولوی عبداللہ غزنوی مرحوم کے اس ارشاد کا بروایت منشی محمد یعقوب ذکر فرمایا ہے کہ ''ایک نُور آسمان سے اُترا ہے اور وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔'' (تحفہ غزنویہ۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۵۴۶)

(روحانی خزائن جلد 15، مقدمہ صفحہ XX)

مرزا قادیانی کی مالیاتی تاریخ کا یہ باب اس کے نفسیاتی اور مذہبی تضادات کا وہ مجموعہ ہے جہاں وہ اپنی نام نہاد صداقت کو مالی فتوحات اور تائیداتِ غیبی کے لبادے میں چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ تحفہ غزنویہ کے مقدمے میں یہ دعویٰ کہ مباہلے کے بعد اللہ کی تائیدات کثیر مال و دولت کی صورت میں ظاہر ہوئیں، اس بات کا غماز ہے کہ اس کے نزدیک نبوت کا معیار روحانیت نہیں بلکہ مادی ترقی اور مریدین کے مال سے بھری ہوئی تجوریاں تھیں۔ ایک طرف وہ ان مالی فتوحات کو آسمانی نور سے جوڑنے کی ناکام کوشش کرتا ہے اور دوسری طرف اسی کثیر دولت پر عائد ہونے والے شرعی فریضے یعنی زکوٰۃ سے مکمل پہلوتہی اختیار کرتا ہے۔ یہ تضاد ثابت کرتا ہے کہ مرزا نے مذہب کو صرف ایک منافع بخش کاروبار بنا لیا تھا جہاں مریدین سے مال بٹورنے کو تو خدا کی تائید قرار دیا جاتا تھا، مگر جب اسی مال کو اللہ کے حکم کے مطابق غریبوں میں بانٹنے (زکوٰۃ) کی باری آتی تھی، تو وہ درویشی کا لبادہ اوڑھ کر تارکِ عبادت بن جاتا تھا۔ سیرت المہدی کی یہ اٹل گواہی کہ اس نے کبھی زکوٰۃ نہیں دی، ان نام نہاد مالی فتوحات کی قلعی کھول دیتی ہے کہ یہ کوئی آسمانی نصرت نہیں بلکہ

لوگوں کی جیبیں کاٹ کر جمع کیا گیا وہ اثاثہ تھا جس سے اسلام کا بنیادی رکن بھی ادا نہ کیا گیا۔

دو لاکھ کا معجزہ

نشان (معجزہ) نمبر 92: اُس وقت سے آج تک دو لاکھ سے بھی زیادہ روپیہ آیا۔ اور اس قدر ہر ایک طرف سے تحائف آئے کہ اگر وہ سب جمع کئے جاتے تو کئی کوٹھے اُن سے بھر جاتے۔

(روحانی خزائن جلد 22، صفحہ 353، 354، حقیقۃ الوحی)

مرزا قادیانی کی مالی ہوس اور اس کے نام نہاد روحانی دعووں کے درمیان پائے جانے والے تضاد کی سب سے بڑی دلیل اس کا اپنا اعتراف ہے، جہاں وہ حقیقۃ الوحی میں اپنی مبینہ حقانیت کا ثبوت انبارِ زر کو قرار دیتا ہے۔ دو لاکھ روپے سے زائد کی نقد رقم اور تحائف کی اتنی کثرت کہ کئی کوٹھے بھر جائیں، اس بات کا بین ثبوت ہے کہ مرزا قادیانی کے پاس دولت کے وہ ذخائر موجود تھے جن کی نظیر اس دور کے بڑے بڑے رئیسوں کے ہاں بھی کم ہی ملتی تھی۔ لیکن اس رسالے کا مرکزی نکتہ اور سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ کوٹھے بھر دینے والی اس بے پناہ دولت کے باوجود، مرزا قادیانی نے کبھی ایک روپیہ زکوٰۃ ادا نہیں کی۔ سیرت المہدی کی گواہی جب اس حوالے کے ساتھ رکھی جاتی ہے تو یہ حقیقت پوری طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ مصلحِ امت نہیں بلکہ ایک ماہر معاشی شکاری تھا، جس نے مذہب کے نام پر مریدین کے جذبات سے کھیل کر اپنی تجوریاں بھریں اور ان کے مال سے اپنے کوٹھے تو بھر لیے، مگر غریبوں اور مساکین کا وہ حق ہضم کر گیا جو اللہ نے زکوٰۃ کی صورت میں فرض کیا تھا۔ یہ تضاد ثابت کرتا ہے کہ مرزا کی یہ مالی فتوحات کوئی الٰہی معجزہ نہیں بلکہ لوگوں کی جیبیں کاٹ کر جمع کی گئی وہ ناجائز دولت تھی جس سے اسلام کا ایک بنیادی ستون بھی کھڑا نہ ہو سکا، جو اس کے کذب اور دنیا پرستی کا سب سے بڑا گواہ ہے۔

غریب سے امیر ہونے کا معجزہ

نشان (معجزہ) نمبر 92: مباہلہ کے پہلے میری عزت کیا تھی اور کس قدر میری جماعت تھی اور کیا میری آمدنی تھی اور اولاد کس قدر تھی بعد اس کے کیا ترقی ہوئی اس کو گو کیسا ہی دشمن ہو ماننا پڑے گا کہ مباہلہ کے بعد خدا نے برکتب پر برکت دینے سے میری سچائی کی گواہی دی۔۔۔۔ یہ ایک کھلا کھلا معجزہ ہے۔

(روحانی خزائن جلد 22، صفحہ 254، حقیقۃ الوحی)

مرزا قادیانی نے اپنی نام نہاد سچائی کا سب سے بڑا معجزہ اپنی مالی حالت کی تبدیلی، آمدنی میں اضافے اور مادی برکات کو قرار دیا، جیسا کہ حقیقۃ الوحی کے اس حوالے سے واضح ہے۔ وہ اپنی غربت کے دنوں کو چھوڑ کر مریدین کے مال پر پلنے والی خوشحالی اور کثیر آمدنی کو اپنی حقانیت کی دلیل بنا کر پیش کرتا ہے۔ لیکن یہاں عقل و دانش کے لیے ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے کہ اگر یہ دولت اور برکت پر برکت واقعی منجانب اللہ تھی، تو اس مال کو اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زکوٰۃ کے ذریعے پاک کیوں نہیں کیا گیا؟ ایک طرف وہ اپنی بڑھی ہوئی آمدنی کو کھلا کھلا معجزہ کہتا ہے، جبکہ دوسری طرف سیرت المہدی کی معتبر قادیانی روایت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ اس نے زندگی بھر کبھی زکوٰۃ ادا نہیں کی۔ یہ تضاد اس حقیقت کو بے نقاب کرتا ہے کہ مرزا کے نزدیک معجزہ صرف دوسروں کی جیبیں کاٹ کر اپنا بینک بیلنس بڑھانا تھا، نہ کہ اسلامی شعائر کی پابندی کرنا۔ جو شخص لاکھوں کی آمدنی اور کوٹھے بھر دینے والے تحائف کو اپنی نبوت کی گواہی قرار دے، مگر اسی مال پر غریبوں کا حق (زکوٰۃ) مار لے، وہ مصلح نہیں بلکہ ایک مادہ پرست شخص ہے جس نے مذہب کو صرف اپنی معاشی فتوحات کے لیے ڈھال کے طور پر استعمال کیا۔ یہ تضاد ثابت کرتا ہے کہ مرزا کی عبادات اور

مالی معاملات کا اسلام کی روح سے کوئی تعلق نہ تھا۔

روپیہ آنا فتح کی علامت

اور کئی لاکھ روپیہ آیا اور قریباً تمام دنیا میں عزت کے ساتھ خدا نے مجھے مشہور کر دیا۔

(روحانی خزائن جلد 22، صفحہ 355، حقیقۃ الوحی)

مرزا قادیانی کی خود ساختہ مسیحیت کا ایک نمایاں پہلو یہ رہا ہے کہ اس نے اپنی مالی خوشحالی اور کئی لاکھ روپے کی آمدنی کو اپنی صداقت کے معیار کے طور پر پیش کیا، جیسا کہ حقیقۃ الوحی کے اس اقتباس سے ظاہر ہے۔ اس دور میں لاکھوں روپے کی رقم کسی مصلح یا درویش کے پاس ہونا بذاتِ خود ایک سوالیہ نشان ہے، مگر اس سے بھی بڑا علمی اور شرعی المیہ یہ ہے کہ اس قدر کثیر مال و دولت کے باوجود مرزا نے کبھی زکوٰۃ ادا کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ ایک طرف وہ دنیا بھر میں اپنی شہرت اور آنے والے لاکھوں روپے کو الٰہی نصرت قرار دیتا ہے، اور دوسری طرف اسلام کے اس بنیادی مالیاتی فریضے کو یکسر مسترد کر دیتا ہے جو ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر فرض ہے۔ سیرت المہدی کی یہ گواہی کہ اس نے کبھی زکوٰۃ نہیں دی، اس کے نام نہاد مالی معجزات کی حقیقت کو بے نقاب کرنے کے لیے کافی ہے کہ اس کا مطمعِ نظر صرف مریدین کی جیبیں کاٹ کر اپنی معاشی فتوحات کے جھنڈے گاڑنا تھا، نہ کہ اسلامی احکامات کی پیروی کرنا۔ یہ کھلا تضاد ثابت کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک مذہب محض دولت سمیٹنے اور شہرت پانے کا ایک ذریعہ تھا، جبکہ غریبوں اور مساکین کے اس حق (زکوٰۃ) سے اسے کوئی سروکار نہ تھا جس کا حکم قرآن وسنت نے قطعی طور پر دیا ہے۔

مالی فتوحات کا کئی لاکھ روپیہ

خدا تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ اُس نے ان واقعات سے

تھیں بتیس برس پہلے مجھ کو ان واقعات کی خبر دے دی اور ڈاک خانوں کے رجسٹروں سے تحقیق ہوسکتا ہے کہ اب تک مالی فتوحات میں کئی لاکھ روپیہ آچکا ہے اور اس سے زیادہ وہ روپیہ ہے جولوگ خود آ کر دیتے ہیں اور بعض لوگ خطوط کے ذریعہ سے نوٹ بھیج دیتے ہیں اور تخمینا تین ہزار کے قریب اس سلسلہ کی ہر ایک مد کا ماہواری خرچ ہے جس سے ظاہر ہے کہ ان دنوں میں ماہوار آمدنی بھی اسی قدر ہے حالانکہ جس زمانہ میں ان فتوحات مالیہ کی پیشگوئی براہین احمدیہ میں شائع ہوئی تھی اُس زمانہ میں کوئی شخص ایک پیسہ سالانہ بھی نہیں دیتا تھا اور نہ کوئی امید تھی اور اس پیشگوئی پر تیس بتیس برس گزر گئے اور اُس زمانہ کی ہے جبکہ سال میں ایک پیسہ بھی کسی طرف سے نہیں آتا تھا اور نہ کوئی میری جماعت میں داخل تھا۔

(روحانی خزائن جلد22، صفحہ 460، تتمہ حقیقۃ الوحی)

مرزا قادیانی کی مالیاتی تاریخ کا یہ رخ حد درجہ معنی خیز ہے کہ وہ اپنی آمدنی کے ثبوت کے طور پر ڈاک خانوں کے رجسٹروں کو بطورِ گواہ پیش کرتا ہے اور فخریہ اعتراف کرتا ہے کہ اس کے پاس کئی لاکھ روپیہ آچکا ہے، جبکہ ماہانہ آمدنی اور خرچ کا تخمینہ بھی تین ہزار روپے تک پہنچ چکا تھا۔ بیسویں صدی کے اوائل میں تین ہزار روپے ماہوار کی آمدنی ایک شاہانہ معیشت کی علامت تھی جو نصابِ زکوٰۃ سے سینکڑوں گنا زیادہ بنتی ہے۔ مگر اس رسالے کا مرکزی المیہ یہیں سے جنم لیتا ہے کہ جس شخص کے پاس لاکھوں روپے ڈاک کے ذریعے آرہے ہوں اور جس کی ماہانہ آمدنی اس قدر خطیر ہو، اس کے بارے میں گھر کی گواہی (سیرت المہدی) یہ ہے کہ اس نے زندگی بھر کبھی ایک روپیہ زکوٰۃ ادا نہیں کی۔ یہ تضاد اس حقیقت کا

اعلان ہے کہ مرزا نے براہین احمدیہ کی پیشگوئیوں کا جال صرف اس لیے بچھایا تھا تا کہ لوگوں کی جیبیں کاٹ کر اپنی معاشی فتوحات کے جھنڈے گاڑے جاسکیں۔ وہ مریدین سے تو ان کی خون پسینے کی کمائی پیشگوئیوں کی سچائی کے نام پر وصول کرتا رہا،لیکن جب اسی مال پر اللہ کا حق اور غریبوں کا حصہ یعنی زکوٰۃ نکالنے کی باری آئی، تو وہ اسے اپنی ذاتی جائیداد سمجھ کر ہضم کر گیا۔ یہ صورتحال ثابت کرتی ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک مذہب محض ایک منافع بخش کاروبار تھا جس میں صرف" آمدنی" کے معجزات تو دکھائے جاتے تھے مگر" اسلامی فرائض" کی ادائیگی کا کوئی نام ونشان نہ تھا۔

دعا مالی فتوحات کا نشان

نشان (معجزہ) نمبر 98۔ چند سال ہوئے ہیں کہ سیٹھ عبدالرحمن صاحب تاجر مدراس جو اول درجہ کے مخلص جماعت میں سے ہیں قادیان میں آئے تھے اور اُن کی تجارت کے امور میں کوئی تفرقہ اور پریشانی واقع ہوگئی تھی اُنہوں نے دعا کے لئے درخواست کی۔ تب یہ الہام ہوا جو ذیل میں درج ہے۔

قادر ہے وہ بارگہ ٹوٹا کام بناوے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اُس کا بھید نہ پاوے

اس الہامی عبارت کا یہ مطلب تھا کہ خدا تعالیٰ ٹوٹا ہوا کام بنا دے گا مگر پھر کچھ عرصہ کے بعد بنا بنایا توڑ دے گا۔ چنانچہ یہ الہام قادیان میں ہی سیٹھ صاحب کو سنایا گیا اور تھوڑے دن ہی گزرے تھے کہ خدا تعالیٰ نے اُن کے تجارتی امور میں رونق پیدا کر دی اور ایسے اسباب غیب سے پیدا ہوئے کہ فتوحات مالی شروع ہوگئیں اور پھر کچھ عرصہ کے بعد

وہ بنا بنایا کام ٹوٹ گیا۔

(روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 259،260، حقیقۃ الوحی)

مرزا قادیانی کی مالی نفسیات کا ایک اور ہولناک پہلو حقیقۃ الوحی کے اس واقعے سے نمایاں ہوتا ہے، جہاں وہ اپنے ایک مخلص مرید، سیٹھ عبدالرحمن مدراسی کی تجارتی پریشانیوں اور پھر ان کی مالی بربادی کو بھی اپنی پیشگوئی اور معجزے کے طور پر فخریہ پیش کرتا ہے۔ مرزا کا یہ الہام کہ بنا بنایا توڑ دے درحقیقت اس کے مریدین کے لیے کسی معاشی تباہی سے کم نہ تھا، مگر حیرت انگیز طور پر مرزا اس بربادی میں بھی اپنی بڑائی کا پہلو نکالتا ہے۔ اس رسالے کا اصل نکتہ یہاں یہ بنتا ہے کہ ایک طرف تو مرزا اپنے مریدوں کی مالی فتوحات سے اپنا حصہ (چندہ اور عطیات) وصول کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا تھا لیکن دوسری طرف جب وہی مرید معاشی طور پر ٹوٹ جاتے تھے، تو مرزا ان کی مدد کرنے یا اپنی خطیر جمع شدہ دولت سے ان کی ڈھارس بندھانے کے بجائے اسے خدائی نشان قرار دے کر کنارہ کش ہو جاتا تھا۔ لاکھوں روپے کی ذاتی آمدنی اور کوٹھے بھر دینے والے تحائف کے باوجود، مرزا نے کبھی زکوٰۃ ادا نہیں کی، جو کہ معاشرے کے انہی معاشی طور پر ٹوٹے ہوئے لوگوں کا حق تھا۔ یہ تضاد ثابت کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کا مفاد صرف مریدین کی جیبیں کاٹنے تک محدود تھا؛ جب تک ان کا کام بنا رہتا وہ مرزا کی تجوریاں بھرتے رہتے، اور جب ان کا کام ٹوٹ جاتا تو وہ مرزا کے لیے محض ایک عبرت ناک نشانی بن کر رہ جاتے۔ یہ سنگدلی اور بخل اس بات کا بین ثبوت ہے کہ مرزا کی نام نہاد روحانیت کا مقصد انسانی ہمدردی یا اسلامی فرائض کی ادائیگی نہیں، بلکہ صرف اور صرف اپنی مالی فتوحات کا تحفظ تھا۔

الہامی آمدن کا معجزہ

نشان (معجزہ) نمبر 99: ایک دفعہ فجر کے وقت الہام ہوا کہ آج حاجی

ارباب محمد لشکر خان کے قرابتی کا روپیہ آتا ہے۔

(روحانی خزائن جلد 22، صفحہ 260، حقیقۃ الوحی)

مرزا قادیانی کی مالی تاریخ کا یہ پہلو حد درجہ قابل غور ہے کہ اس نے محض عام ذرائع سے آنے والی دولت ہی نہیں، بلکہ خوابوں اور الہامات کے ذریعے آنے والے روپوں کو بھی اپنی سچائی کا معجزہ قرار دیا۔ حقیقۃ الوحی کا یہ حوالہ کہ اسے فجر کے وقت باقاعدہ الہام ہوتا ہے کہ آج فلاں شخص کا روپیہ آرہا ہے، اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ مرزا کی تمام تر توجہ اور نام نہاد روحانیت کا مرکز و محور صرف اور صرف روپیہ ہی تھا۔ ایک طرف مریدین کی جیبیں کاٹنے کے لیے الہامی پیشگوئیوں کا سہارا لیا جا رہا ہے تاکہ مال کی آمد میں کوئی کمی نہ آئے، لیکن دوسری طرف تضاد کی انتہا یہ ہے کہ اس الہامی مال میں سے بھی اللہ کا مقرر کردہ فریضہ یعنی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی۔ سیرت المہدی کی وہ شہادت کہ مرزا نے کبھی زکوٰۃ نہیں دی جب ان الہامی روپوں کے تذکرے کے ساتھ رکھی جاتی ہے، تو یہ حقیقت پوری طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ الہامات کوئی ربانی بشارتیں نہیں بلکہ محض مال بٹورنے کے نفسیاتی ہتھکنڈے تھے۔ جو شخص صبح سویرے روپیہ آنے کی خوشخبری تو سنائے مگر اسی روپے پر عائد غریبوں اور مساکین کا حق (زکوٰۃ) ہضم کر جائے، وہ کبھی دین کا داعی نہیں ہو سکتا۔ یہ تضاد اس کے مالیاتی فریب اور عباداتِ اسلامیہ سے مکمل انحراف کا ایک اور واضح ثبوت ہے، جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کی مالی فتوحات کا مقصد صرف اپنی تجوریاں بھرنا تھا نہ کہ حکمِ الٰہی کی پیروی۔

نوٹوں کی دعائیں

دعا کو ایسا قبول فرمایا کہ ایک سال تک چوہدری اللہ داد غیبی امداد اور مالی فتوحات کے کرشمے اور عجائبات ملاحظہ کرتے رہے۔ اس کے بعد سوء اتفاق سے یہ دعا چوہدری اللہ داد صاحب سے ضائع ہو گئی اور وہ

دستِ غیب کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

(حیات قدسی، صفحہ 46)

مرزا قادیانی کی مالی نفسیات کا یہ رخ انتہائی حیران کن ہے کہ اس نے مریدین کی عارضی معاشی بہتری کو دستِ غیب اور مالی فتوحات کے کرشمے قرار دے کر اپنی دکان چمکانے کا ذریعہ بنایا، جیسا کہ چوہدری اللہ داد کے واقعے سے عیاں ہے۔ اس رسالے کا مرکزی استدلال یہاں مزید مضبوط ہوتا ہے کہ مرزا ایک طرف تو مریدین کو غیبی امداد کے خواب دکھاتا تھا اور ان کی فتوحات کو اپنی دعا کا ثمر قرار دیتا تھا لیکن دوسری طرف جب ان مریدین کی مالی حالت بہتر ہوتی تو مرزا ان سے چندوں اور تحائف کی صورت میں مال تو بٹورتا مگر خود صاحبِ ثروت ہونے کے باوجود اللہ کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرتا۔ حیاتِ قدسی کا یہ تذکرہ کہ وہ سلسلہ ختم ہو گیا، درحقیقت اس استحصالی نظام کی عکاسی ہے جہاں مریدین کی جیبیں کٹنے تک تو سب معجزہ رہتا ہے، مگر جب اصل شرعی فریضے یعنی زکوٰۃ کی باری آتی ہے تو مرزا کا عمل اسلام کے بنیادی ستونوں کے خلاف نظر آتا ہے۔ سیرت المہدی کی گواہی کہ مرزا نے کبھی زکوٰۃ نہیں دی، اس حقیقت پر مہرِ تصدیق ثبت کرتی ہے کہ یہ مالی فتوحات محض ایک مایا جال تھا جس کا مقصد صرف مریدین سے مال سمیٹنا تھا، جبکہ غریبوں کے اس مالی حق (زکوٰۃ) سے مرزا کا کوئی تعلق نہ تھا جس کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بار بار دیا ہے۔ یہ تضاد ثابت کرتا ہے کہ مرزا کی نام نہاد روحانیت صرف دولت کی آمد تک محدود تھی، تقسیمِ دولت (زکوٰۃ) تک نہیں۔

مریدین کا جیب کترا

راستباز بندوں نے میری خدمت کے لئے جو مخلصانہ جوش دکھلایا وہ میری قبولیت و توقیر کا باعث ہوا نیز اس درویش خانہ کے لئے اللہ

تعالیٰ نے مالی فتوحات دیں جو ربانی کام پر صرف ہوئیں۔

(اصحاب احمد جلد 10، صفحہ 394)

مرزا قادیانی کی مالیاتی تاریخ کا یہ اقتباس اس کے تضادات کا ایک اور بڑا ثبوت ہے، جہاں وہ مریدین کی جانب سے ملنے والے مال کو اپنی قبولیت و توقیر کا نشان قرار دیتا ہے۔ اصحابِ احمد میں اس کا یہ اعتراف کہ اس کے درویش خانہ کے لیے اللہ نے مالی فتوحات دیں جو ربانی کام پر صرف ہوئیں، درحقیقت ایک بڑا سوالیہ نشان کھڑا کرتا ہے۔ اسلام کی نظر میں ربانی کام اور قبولیت کا سب سے بڑا مالی تقاضا زکوٰۃ کی ادائیگی ہے، جو کہ صاحبِ نصاب ہونے کی صورت میں فرضِ عین ہے۔ مگر حیرت کا مقام یہ ہے کہ ایک طرف لاکھوں روپے کی ان فتوحات کا تذکرہ ہے اور دوسری طرف سیرت المہدی کی وہ معتبر گواہی ہے کہ مرزا نے زندگی بھر کبھی زکوٰۃ ادا نہیں کی۔ یہ تضاد ثابت کرتا ہے کہ مرزا کے نزدیک ربانی کام صرف وہی تھا جس سے اس کی اپنی ذات اور اس کے خود ساختہ سلسلے کو فائدہ پہنچے، جبکہ غریبوں اور یتیموں کا وہ حق جو زکوٰۃ کی صورت میں اللہ نے فرض کیا تھا، اسے وہ کبھی ادا کرنے کے قابل نہ سمجھا۔ یہ رویہ واضح کرتا ہے کہ مرزا نے مذہب کے نام پر مخلص بندوں کے جوش و جذبے کا استحصال کر کے اپنی جیبیں تو بھر لیں، مگر اسلام کے بنیادی ستون یعنی زکوٰۃ سے مکمل انحراف کر کے یہ ثابت کر دیا کہ اس کی مالی فتوحات کا مقصد دین کی خدمت نہیں بلکہ ذاتی معاشی استحکام تھا، جو کہ سراسر کذب اور فریب پر مبنی ہے۔

زکوٰۃ کا رخ اپنی کتب کی طرف موڑنا

زکوۃ کے روپے سے حضرت مسیح موعود کی کتب خرید کر تقسیم کرنا

فرمایا: اگر میری جماعت میں ایسے احباب ہوں جو ان پر بوجہ املاک و اموال و زیورات وغیرہ کے زکوۃ فرض ہو تو ان کو سمجھنا چاہئے

کہ اس وقت دین اسلام جیسا غریب اور یتیم اور بے کس کوئی بھی نہیں
اور زکوٰۃ نہ دینے میں جس قدر تہدید شرع وارد ہے وہ بھی ظاہر ہے اور
عنقریب ہے جو منکر زکوٰۃ کافر ہو جائے پس فرض عین ہے جو اسی راہ
میں اعانت اسلام میں زکوٰۃ دی جاوے۔زکوٰۃ میں کتابیں خریدی
جائیں اور مفت تقسیم کی جائیں۔
(نشان آسمانی۔روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 409)

(فقہ المسیح، زکوٰۃ صفحہ 223)

مرزا قادیانی کے معاشی فریب کا سب سے بھیانک پہلو اس کا وہ خود ساختہ فتویٰ ہے جس میں اس نے اسلام کے چودہ سو سالہ طے شدہ قانونِ زکوٰۃ کو بدل کر اپنی مالی مفادات کی بھینٹ چڑھا دیا۔نشانِ آسمانی کا یہ اقتباس شاہد ہے کہ مرزا نے زکوٰۃ کی رقم پر غریبوں، یتیموں اور مساکین کا حق تسلیم کرنے کے بجائے یہ حکم صادر کیا کہ اس رقم سے اس کی اپنی ہی لکھی ہوئی کتابیں خریدی جائیں۔ یہ ایک ایسی قبیح مالیاتی چال تھی جس کے ذریعے مرزا نے زکوٰۃ کے پیسے کو بھی گھما پھرا کر اپنی ہی جیب میں لانے کا راستہ نکالا؛ یعنی مریدین زکوٰۃ کے نام پر رقم نکالیں اور پھر اسی رقم سے مرزا ہی کی کتابیں خریدیں تاکہ مرزا کی مالی فتوحات میں مزید اضافہ ہو۔ایک طرف وہ زکوٰۃ نہ دینے والے کو کافر ہونے کی دھمکی دے رہا ہے اور دوسری طرف خود اس کی حالت یہ ہے کہ لاکھوں روپے کی ذاتی آمدنی اور سونے کے ڈھیر ہونے کے باوجود اس نے کبھی ایک روپیہ زکوٰۃ ادا نہیں کی۔ یہ تضاد اس حقیقت کو مکمل طور پر بے نقاب کر دیتا ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک زکوٰۃ غریبوں کی فلاح کا ذریعہ نہیں تھی، بلکہ اپنی کتابوں کی فروخت اور ذاتی تجوریاں بھرنے کا ایک منظم حربہ تھا۔اسلام کے اس بنیادی رکن میں ایسی من مانی تبدیلی ثابت کرتی ہے کہ مرزا نے مذہب کو محض اپنی جیبی فتوحات کے

لیے ایک کاروبار بنالیا تھا، جہاں غریب کا حق مار کر اپنی تصانیف کی تجارت کو اعانتِ اسلام کا نام دیا گیا۔

زیور پر زکوۃ ہونے نہ ہونے پر تضاد

زکوۃ نہ دینے والا یقیناً چور ہے اگر کوئی شخص زکوۃ نہیں دیتا تو وہ یقینا چور ہے۔

(فرمودات مصلح موعود، زکوۃ، صفحہ 145)

مرزا بشیر الدین محمود کا یہ بیان جہاں ایک طرف زکوٰۃ نہ دینے والے کو چور اور غیر مومن قرار دے رہا ہے، وہیں دوسری طرف اپنے والد (مرزا قادیانی) کی تاحیات کوتاہی کو چھپانے کے لیے ایک ایسی مضحکہ خیز تاویل پیش کر رہا ہے جس کا اسلام کے تیرہ سو سالہ فقہی نظام سے کوئی تعلق نہیں۔ تفسیر کبیر کا یہ اقتباس درحقیقت ایک دوہرا تضاد ہے:

مرزا محمود لکھتے ہیں کہ جو شخص زکوٰۃ نہیں دیتا وہ یقیناً چور ہے اور اسلام اسے قطعاً مومن نہیں کہتا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی، جن کے پاس بقولِ خود لاکھوں روپے، سونے کے ڈھیر اور کوٹھے بھر دینے والے تحائف موجود تھے، انہوں نے کبھی ایک روپیہ زکوٰۃ ادا نہیں کی۔ مرزا محمود کے اپنے فتویٰ کے مطابق، کیا ان کے والد اس تعریف میں نہیں آتے؟ یہ تضاد ثابت کرتا ہے کہ قادیانی قیادت دوسروں کے لیے معیار کچھ اور رکھتی ہے اور اپنے مقدس پیشوا کے لیے کچھ اور۔

اگر تجارت، لوہے کے کارخانے اور مٹی کے تیل پر ٹیکس نہ دینے والا چور ہے، تو وہ شخص کیا کہلائے گا جس کے پاس مریدین کا دیا ہوا لاکھوں روپیہ فتوحاتِ غیب کے نام پر جمع تھا؟ مرزا محمود کا یہ بیان درحقیقت ان کے اپنے والد کی پوری مالیاتی زندگی پر ایک خودکش حملہ ہے۔ ایک طرف وہ زکوٰۃ کو ساری دنیا کا حصہ قرار دے کر اسے ادا نہ کرنے والے کو اسلام

سے خارج کر رہے ہیں، اور دوسری طرف ان کا اپنا مسیح موعود اسی حق کو تاحیات دبا کر بیٹھا رہا۔

مرزا محمود کی یہ تحریر ثابت کرتی ہے کہ قادیانیت میں شرعی احکامات کی حیثیت صرف موم کی ناک کی سی ہے، جسے اپنے مالیاتی مفادات اور خاندانی دفاع کے لیے جب چاہا موڑ لیا۔ جو قانون عوام کے لیے چوری ہے، وہی ترکِ عمل مرزا قادیانی کے لیے (تاویلات کے سہارے) مقدس بنا دیا گیا۔

شرعی زکوۃ کے حکم میں من مانی

خط سے سوال پیش ہوا کہ مکان میں میرا پانچ سو روپے کا حصہ ہے اس حصہ میں مجھ پر زکوۃ ہے یا نہیں؟ فرمایا: جواہرات و مکانات پر کوئی زکوۃ نہیں۔" الحکم 24 فروری 1907، صفحہ 13)

(فقہ المسیح، زکوۃ، صفحہ 224)

مرزا قادیانی کا یہ فتویٰ کہ جواہرات اور مکانات پر کوئی زکوٰۃ نہیں درحقیقت ان تمام مالیاتی تضادات کی کڑی ہے جو ان کی زندگی میں نظر آتے ہیں۔ فقہ المسیح کا یہ حوالہ جہاں ایک طرف عام مرید کے لیے آسانی پیدا کرتا نظر آتا ہے، وہیں دوسری طرف مرزا کے اپنے اثاثوں اور قیمتی تحائف کو شرعی گرفت سے بچانے کی ایک سوچی سمجھی کوشش معلوم ہوتی ہے۔

اسلامی فقہ کے مطابق، اگر سونا اور چاندی (خواہ وہ زیورات یا جواہرات کی صورت میں ہوں) نصاب کو پہنچ جائیں تو ان پر زکوٰۃ فرض ہے۔ مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ جواہرات پر کوئی زکوٰۃ نہیں صریحاً اسلامی احکامات کے خلاف ہے۔ یاد رہے کہ مرزا نے خود اعتراف کیا تھا کہ ان کے پاس سونا اس طرح آیا کہ نام بھی ظاہر نہیں کیا اور تحائف سے کوٹھے بھر گئے۔ جواہرات

کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دے کر انہوں نے درحقیقت اپنے انبارِ زر کو شرعی ٹیکس سے تحفظ فراہم کیا۔

اگرچہ رہائشی مکان پر زکوٰۃ نہیں ہوتی لیکن اگر مکان یا زمین تجارت کی غرض سے ہو یا اس میں حصہ داری (جیسا کہ سائل نے 500 روپے کے حصے کا ذکر کیا) نفع کمانے کے لیے ہو، تو اس پر زکوٰۃ کے احکامات لاگو ہوتے ہیں۔ مرزا کا بغیر کسی تفصیل کے مطلقاً انکار کر دینا ان کے اس عمومی طرزِ عمل کی عکاسی کرتا ہے جہاں وہ مالی معاملات میں شرعی سختی کے قائل نہیں تھا (بشرطیکہ مال اس کے اپنے حلقے میں رہے)۔

مرزا قادیانی نے زکوٰۃ کے معاملے میں جو نرمیاں پیدا کیں یا جو تاویلات پیش کیں، اس کا مقصد غریبوں کی فلاح نہیں بلکہ اس کثیر دولت کا تحفظ تھا جو فتوحاتِ غیب کے نام پر اس کے پاس جمع ہو رہی تھی۔ ایک طرف زکوٰۃ کی رقم سے اپنی کتابیں بیچنا اور دوسری طرف جواہرات پر زکوٰۃ ختم کر دینا، یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کا مالیاتی نظام صرف ایک ہی سمت میں چلتا تھا۔ مال صرف اندر آئے، باہر نہ جائے۔

زکوۃ کا چور مرزا قادیانی

اس کتاب کے صفحات میں ہم نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریروں، الہامات اور ان کے خاندان کی گواہیوں کی روشنی میں اس مالیاتی سلطنت کا پوسٹ مارٹم کیا ہے جسے تائیدِ الٰہی کا نام دیا گیا تھا۔ اس تحقیقی مطالعے سے درج ذیل حقائق ایک کھلی کتاب کی طرح سامنے آتے ہیں:

مرزا قادیانی نے اپنی صداقت کا سب سے بڑا ثبوت روحانیت یا اخلاق کے بجائے روپوں کی ریل پیل کو قرار دیا۔ اس نے مباہلوں کی جیت، پیشگوئیوں کی سچائی اور آسمانی نشانات کا معیار صرف اس بات کو بنایا کہ اس کے پاس کتنے لاکھ روپے آئے اور کتنے

مریدوں کی جیبیں کٹیں۔ یہ مادہ پرستانہ سوچ کسی نبی کی نہیں بلکہ ایک دنیادار تاجر کی ہو سکتی ہے۔

کتاب کا سب سے لرزہ خیز انکشاف وہ دستاویزی ثبوت ہے جس میں مرزا کے اپنے بیٹے نے اعتراف کیا کہ لاکھوں روپے کی آمدنی، سونے کے ڈھیروں اور بھرے ہوئے کوٹھوں کے باوجود مرزا نے زندگی بھر کبھی زکوٰۃ ادا نہیں کی۔ اسلام کے ایک بنیادی ستون کو اس ڈھٹائی سے گرانا ثابت کرتا ہے کہ مرزا کا دین صرف لینا جانتا تھا، دینا نہیں۔

مرزا نے صرف زکوٰۃ چھپائی نہیں، بلکہ اس کے قانون کو ہی بدل ڈالا۔ غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کا حق مار کر مریدوں کو حکم دیا کہ زکوٰۃ کے پیسوں سے اسی (مرزا) کی کتابیں خریدی جائیں۔ یہ تاریخِ عالم کا وہ انوکھا مصلح تھا جس نے زکوٰۃ کو اپنی کتابوں کی مارکیٹنگ (Marketing) کا ذریعہ بنالیا۔

ایک طرف مرزا اور اس کا بیٹا زکوٰۃ نہ دینے والے کو چور اور غیر مومن قرار دیتا ہے، اور دوسری طرف خود اسی چوری کے مرتکب ہوتے پائے جاتے ہیں۔ یہ دوغلا پن اس بات کی دلیل ہے کہ قادیانیت میں شریعت صرف مریدوں کو قابو کرنے کے لیے ہے، جبکہ خاندانِ نبوت ہر قانون سے بالاتر ہے۔

یہ کتاب ثابت کرتی ہے کہ مرزا قادیانی کا مشن کوئی الٰہی مشن نہیں تھا، بلکہ مذہب کی آڑ میں ایک معاشی جال تھا جس کا مقصد لوگوں کے جذبات کا استحصال کر کے اپنی دنیا سنوارنا تھا۔ جس شخص کی زندگی کا ہر موڑ مالی فتوحات کے گرد گھومتا ہو اور جو اللہ کے مقرر کردہ غریبوں کے حصے (زکوٰۃ) کا غصب کرنے والا ہو، وہ انسانیت کا راہبر نہیں بلکہ راہزن ہے۔

قاری کے لیے فیصلہ اب آسان ہے، کیا ایک سچا نبی اللہ کے مال میں خیانت کر سکتا ہے؟

گذشتہ سالوں میں جلسہ گاہ مستورات تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس بڑ کے نیچے اور اس کے ساتھ والے میدان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں کئی دفعہ عید بھی ہوئی تھی۔ اور جنازے بھی اکثر یہیں ہوا کرتے تھے۔ اس طرح یہ بڑ بھی گویا ہماری ایک ملّی یادگار ہے۔ یہ بڑ اس راستہ پر پُل کے قریب ہے جو قادیان کی پُرانی آبادی سے دارالانوار کی طرف کو جاتا ہے۔

﴿671﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔** ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ لدھیانہ میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم سے کہا کہ آپ اسلام پر ایک پبلک لیکچر دیں۔ چنانچہ مولوی صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ مَیں نے اپنے اس زمانہ کے علم کے مطابق بڑے زور شور سے لیکچر دیا اور حضرت صاحب بھی اس میں شریک ہوئے۔ مولوی صاحب فرماتے تھے۔ کہ اس وقت تک مَیں نے ابھی بیعت نہ کی تھی۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے حضرت صاحب سے قدیم تعلقات تھے جو غالباً حضرت خلیفہ اولؓ کے واسطہ سے قائم ہوئے تھے۔ مگر مولوی صاحب موصوف نے بیعت کچھ عرصہ بعد کی تھی۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب جماعت کے بہترین مقررین میں سے تھے۔ اور آواز کی غیر معمولی بلندی اور خوش الحانی کے علاوہ ان کی زبان میں غیر معمولی فصاحت اور طاقت تھی جو سامعین کو مسحور کر لیتی تھی۔

﴿672﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔** ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حج نہیں کیا۔ اعتکاف نہیں کیا۔ زکوٰۃ نہیں دی تسبیح نہیں رکھی۔ میرے سامنے ضَبّ یعنی گوہ کھانے سے انکار کیا۔ صدقہ نہیں کھایا۔ زکوٰۃ نہیں کھائی۔ صرف نذرانہ اور ہدیہ قبول فرماتے تھے۔ پیروں کی طرح مصلّی اور خرقہ نہیں رکھا۔ رائج الوقت درود و وظائف (مثلاً پنج سُورہ۔ دعائے گنج العرش۔ درود تاج۔ حزب البحر۔ دعائے سریانی وغیرہ) نہیں پڑھتے تھے۔

کہ چاہیئے تھا ظہور میں آ گیا میں
مشتہر ایسے مجیب کو بلا عذرے وحیلتے
اپنی جائیداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر
قبض ودخل دے دوں گا۔ مگر واضح
رہے کہ اگر اپنی کتاب کی دلائل
معقولہ پیش کرنے سے عاجز اور
قاصر رہیں یا برطبق شرط اشتہار
کی خمس تک پیش نہ کر سکیں تو

اور میری جماعت سے سات سال تک اس طور سے صلح کر لیں کہ تکفیر اور تکذیب اور بدزبانی سے مُنہ

ہوں یعنی یہ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے وہ علم قرآن اور علم زبان محض اعجاز کے طور پر بخشا کہ اس کے مقابل پر صرف عبدالحق کیا بلکہ کل مخالفوں کی ذلت ہوئی۔ ہر ایک خاص و عام کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ صرف نام کے مولوی ہیں گویا یہ لوگ مر گئے۔ عبدالحق کے مباہلہ کی نحوست نے اس کے اور رفیقوں کو بھی ڈبویا۔

اور جسمانی نعمتیں جو مباہلہ کے بعد میرے پر وارد ہوئیں وہ مالی فتوحات ہیں۔ جو اس درویش خانہ کے لئے خدا تعالیٰ نے کھول دیں۔ مباہلہ کے روز سے آج تک پندرہ ہزار کے قریب فتوح غیب کا روپیہ آیا جو اس سلسلہ کے ربانی مصارف میں خرچ ہوا۔ جس کو شک ہو وہ ڈاک خانہ کی کتابوں کو دیکھ لے اور دوسرے ثبوت ہم سے لے لے۔ اور رجوع خلائق کا اس قدر مجمع بڑھ گیا کہ بجائے اس کے کہ ہمارے لنگر میں ساٹھ یا ستر روپیہ ماہواری کا خرچ ہوتا تھا۔ اب اوسط خرچ کبھی پانچ سو کبھی چھ سو ماہواری تک ہو گیا اور خدا نے ایسے مخلص اور جان فشان ارادتمند ہماری خدمت میں لگا دیئے کہ جو اپنے مال کو اس راہ میں خرچ کرنا اپنی سعادت دیکھتے ہیں۔ چنانچہ منجملہ ان کے حِبّی فِی اللّٰہ **حاجی سیٹھ عبدالرحمٰن اللہ رکھا صاحب** تاجر مدراس ہیں۔ جو اس رسالہ کے لکھنے کے وقت بھی اس جگہ موجود ہیں۔ اور مدراس سے دور دراز سفر کر کے میرے پاس تشریف لائے ہوئے ہیں۔ سیٹھ صاحب موصوف مباہلہ کے اثر کا ایک اول نمونہ ہیں۔ جنہوں نے کئی ہزار روپیہ ہمارے سلسلہ کی راہ میں محض للہ لگا دیا ہے۔ اور برابر ایسی سرگرمی سے خدمت کر رہے ہیں کہ جب تک انسان یقین سے نہ بھر جائے اس قدر خدمت نہیں کر سکتا۔ وہ ہمارے درویش خانہ کے مصارف کے اول درجہ کے خادم ہیں اور آج تک یکمشت رقوم کثیرہ اس راہ میں دیتے رہے ہیں۔ علاوہ اس کے میں دیکھتا ہوں کہ انہوں نے ایک سو روپیہ ماہواری اعانت کے طور پر اپنے ذمہ واجب کر رکھا ہے۔ مباہلہ کے بعد ان کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے اور پہنچ رہی ہے میں اس کی نظیر نہیں دیکھتا۔ یہ خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے اس درجہ کی محبت دلوں میں ڈال دی۔ یہ حاجی سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب وہی ہیں جو آتھم کو قسم دینے کے وقت اس بات کے لئے تیار تھے کہ اگر آتھم قسم پر روپیہ طلب کرے تو اپنے پاس سے دس ہزار روپیہ تک اس کے پاس جمع کرا دیں۔

ایسا ہی مباہلہ کے بعد حِبّی فِی اللّٰہ **شیخ رحمت اللہ صاحب** نے مالی اعانت سے بہت سا بوجھ ہمارے درویش خانہ کا اٹھایا ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ سیٹھ صاحب موصوف

شائع کئے آخر وہ بھی جلد دنیا سے رخصت ہو گیا۔ پھر **عبدالحق** غزنوی اُٹھا اور بالمقابل مباہلہ کر کے **دُعائیں** کیں کہ جو جھوٹا ہے خدا کی اُس پر لعنت ہو **برکتوں** سے **محروم** ہو دنیا میں اُس کی قبولیت کا نام ونشان نہ رہے۔ سو تم خود دیکھ لو کہ ان دُعاؤں کا کیا انجام ہوا اور اب وہ کس حالت میں اور ہم کس حالت میں ہیں۔ دیکھو اس مباہلہ کے بعد ہر یک بات میں **خدا نے ہماری ترقی کی اور بڑے بڑے نشان ظاہر کئے آسمان سے بھی اور زمین سے بھی اور ایک دنیا کو میری طرف رجوع دے دیا** اور جب مباہلہ ہوا تو شاید چالیس۴۰ آدمی میرے دوست تھے☆ اور آج ستّر ہزار کے قریب اُن کی تعداد ہے اور مالی فتوحات اب تک **دو لاکھ روپیہ سے بھی زیادہ اور ایک دنیا کو غلام کی طرح ارادت مند کر دیا اور زمین کے** کناروں تک **مجھے** شہرت دے دی۔ لطف تب ہو کہ اوّل قادیان میں آؤ اور دیکھو کہ **ارادت مندوں کا لشکر کس قدر اِس جگہ خیمہ زن ہے** اور پھر امرتسر میں عبدالحق غزنوی کو کسی دوکان پر یا بازار میں چلتا ہوا دیکھو کہ کس حالت میں چل رہا ہے۔ بڑا افسوس ہے کہ خدا کی طاقت کھلے کھلے طور پر میری تائید میں آسمان سے نازل ہو رہی ہے مگر یہ لوگ شناخت نہیں کرتے۔ **ٹرنسوال** اور **دولت برطانیہ** کی صلح ہو گئی۔ مگر ان لوگوں کا اب تک جنگ باقی ہے ٹرنسوال نے عقلمندی کر کے

☆ **حاشیہ:** عبدالحق کا یہ مباہلہ بھی اِس بات پر دلالت کرتا تھا کہ اس کو خدا اور رسول کی کچھ بھی پروا نہیں کیونکہ جبکہ اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ عیسیٰ فوت ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دے دی کہ میں اُس کو مردہ روحوں میں دیکھ آیا ہوں اور صحابہ نے اجماع کر لیا کہ سب نبی فوت ہو چکے ہیں اور ابن عباس نے بخاری میں تــوفّــی کے معنی بھی موت کر دیئے تو اِس صورت میں مباہلہ کے معنی بجز اس کے کیا تھے کہ میں خدا اور رسول کو نہیں مانتا۔ منه

مالی مدد کی کہ جس کا شکر یہ بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں۔ مجھے اپنی حالت پر خیال کر کے اس قدر بھی اُمید نہ تھی کہ دس۱۰ روپیہ ماہوار بھی آئیں گے مگر خدا تعالیٰ جو غریبوں کو خاک میں سے اُٹھاتا اور متکبروں کو خاک میں ملاتا ہے اُس نے ایسی میری دستگیری کی کہ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اب تک تین لاکھ کے قریب روپیہ آچکا ہے☆ اور شائد اس سے زیادہ ہو اور اس آمدنی کو اس سے خیال کر لینا چاہیے کہ سالہا سال سے صرف لنگر خانہ کا ڈیڑھ ہزار روپیہ ماہوار تک خرچ ہو جاتا ہے یعنی اوسط کے حساب سے اور دوسری شاخیں مصارف کی یعنی مدرسہ وغیرہ اور کتابوں کی چھپوائی اس سے الگ ہے۔ پس دیکھنا چاہیے کہ یہ پیشگوئی یعنی **الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہٗ** کس صفائی اور قوت اور شان سے پوری ہوئی۔ کیا یہ کسی مفتری کا کام ہے یا شیطانی وساوس ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ اس خدا کا کام ہے جس کے ہاتھ میں عزت اور ذلت اور ادبار اور اقبال ہے۔ اگر اس میرے بیان کا اعتبار نہ ہو تو بیس برس کی ڈاک کے سرکاری رجسٹروں کو دیکھو تا معلوم ہو کہ کس قدر آمدنی کا دروازہ اِس تمام مدت میں کھولا گیا ہے حالانکہ یہ آمدنی صرف ڈاک کے ذریعہ تک محدود نہیں رہی بلکہ ہزار ہا روپیہ کی آمدنی اس طرح ہی ہوتی ہے کہ لوگ خود قادیان میں آکر دیتے ہیں اور نیز ایسی آمدنی جو لفافوں میں نوٹ بھیجے جاتے ہیں۔

۲۳۔ تیئیسواں نشان۔ ڈپٹی عبد اللہ آتھم کی نسبت پیشگوئی ہے جو بہت صفائی سے پوری ہوگئی ہے اور یہ دراصل دو پیشگوئیاں تھیں۔ اوّل یہ کہ وہ پندرہ مہینے کے اندر مر جائے گا دوسری یہ کہ اگر وہ اپنے اس کلام سے باز آجائے گا جو اُس نے شائع کیا کہ نعوذ باللہ آنحضرت

☆ **حاشیہ** : اگرچہ منی آرڈروں کے ذریعہ ہزار ہا روپے آچکے ہیں مگر اُس سے زیادہ وہ ہیں جو خود مخلص لوگوں نے آکر دیئے اور جو خطوط کے اندر نوٹ آئے اور بعض مخلصوں نے نوٹ یا سونا اس طرح بھیجا جو اپنا نام بھی ظاہر نہیں کیا اور مجھے اب تک معلوم نہیں کہ اُن کے نام کیا کیا ہیں۔ منہ

XX

تحفہ غزنویہ

رسالہ تحفہ غزنویہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی عبدالحق غزنوی کے ایک اشتہار کے جواب میں لکھا جس میں اس نے سخت زبانی اور ٹھٹھا اور ہنسی کی تھی۔ حضرت اقدس اس اشتہار سے متعلق فرماتے ہیں:۔

''یہ اشتہار دو رنگ کے حملوں پر مشتمل ہے۔ اول میاں عبدالحق نے بعض گذشتہ نشانوں اور پیشگوئیوں کو جو فی الواقع پوری ہو چکیں یا وہ جو عنقریب پوری ہونے کو ہیں پیش کر کے عام لوگوں کو یہ دھوکہ دینا چاہا ہے کہ گویا وہ پوری نہیں ہوئیں۔''

(تحفہ غزنویہ۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۵۳۴)

''دوسرا حملہ میاں عبدالحق کا یہ ہے کہ وہ تجویز جو میں نے خدا تعالیٰ کے الہام سے بطور اتمام حجت پیش کی تھی جس کو میں اس سے پہلے بھی بذریعہ اشتہار شائع کر چکا تھا یعنی بیماروں کی شفا کے ذریعہ سے استجابت دعا کا مقابلہ اس تجویز کو میاں عبدالحق منظور نہیں فرماتے اور یہ عذر کرتے ہیں کہ بھلا سارے مشائخ اور علماءِ ہندوستان و پنجاب کس طرح جمع ہوں اور ان کے اخراجات کا کون متکفل ہو۔''

(تحفہ غزنویہ۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۵۳۸)

ان دونوں قسم کے حملوں کا دندان شکن جواب حضرت اقدس علیہ السّلام نے اس رسالہ میں دیا ہے اور میاں عبدالحق سے جو مباہلہ ہوا تھا اس کے بعد جو اللہ تعالیٰ کی تائیدات ترقی جماعت اور ظہور نشانات سماوی اور مالی فتوحات وغیرہ کی صورت میں آپ کو حاصل ہوئیں ان کا تفصیل سے ذکر فرمایا ہے اور مولوی عبداللہ غزنوی مرحوم کے اس ارشاد کا بروایت منشی محمد یعقوب ذکر فرمایا ہے کہ

''ایک نُور آسمان سے اُترا ہے اور وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔''

(تحفہ غزنویہ۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۵۴۶)

اور بروایت حافظ محمد یوسف ان کے اس کشف کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ

زندہ رہا اور پھر پیشگوئی کے مطابق پندرہ مہینے کے اندر مر گیا اور اس کی موت کی تاخیر بوجہ اُس کے رجوع کے تھی۔ اِس بات کو دنیا جانتی ہے کہ آتھم نے قریباً ستّر آدمی کے روبرو دجال کہنے سے رجوع کیا۔ لہٰذا خدا نے چند ماہ تک اُس کی موت میں تاخیر ڈال دی اور پھر تھوڑے دنوں کے بعد اُس کو اِس دُنیا سے اُٹھا بھی لیا کیونکہ دوسری پیشگوئی میں یہ بھی تھا کہ گو تاخیر کی گئی مگر پھر بھی آتھم پندرہ مہینے کے اندر فوت ہو جائے گا۔ چنانچہ گیارہ سال گذر گئے کہ وہ مر گیا اور میں اب تک زندہ ہوں کیا آتھم نے قریباً ستّر آدمیوں کے روبرو دجال کہنے سے رجوع نہیں کیا؟ پھر کیا ضرور نہ تھا کہ اُس کو کسی قدر تاخیر دی جاتی؟ میں اس خیال سے حیرت کے دریا میں ڈوب جاتا ہوں کہ اس صاف اور صریح پیشگوئی کا کیوں انکار کرتے ہیں۔ آخر کہنا پڑتا ہے کہ جن دلوں پر پردے ہیں وہ سیدھی بات کو بھی نہیں سمجھتے اور مسلمان کہلا کر پھر عیسائیوں کو مدد دیتے ہیں اور وعید لعنت اللّٰہ علی الکاذبین سے نہیں ڈرتے۔ کوئی انسان دروغ اور افترا سے فتح یاب نہیں ہو سکتا۔ دروغ گو کا انجام ذلت اور رسوائی ہے اور سچائی کی آخر فتح ہے۔

عبد الحق کے ساتھ مباہلہ کرنے کے بعد جس قدر تائید اور نصرت الٰہی کے مجھے الہام ہوئے اور جس طرح عظمت اور شوکت سے وہ پورے ہوئے وہ تمام حال میری اُن تمام کتابوں میں بھرا پڑا ہے جو مباہلہ کے بعد لکھی گئی ہیں جو چاہے دیکھ لے مجھے بار بار اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں میں صرف مختصر طور پر کہتا ہوں کہ بمجرد اس کے کہ میں مباہلہ کر کے اپنے مکان پر آیا اُسی وقت تائید اور نصرت الٰہی کے الہام شروع ہو گئے۔☆ اور خدا نے متواتر بشارتیں مجھے دیں اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں دنیا میں تجھے ایک بڑی عزت دوں گا۔ تجھے ایک بڑی جماعت بناؤں گا اور بڑے بڑے نشان تیرے لئے دکھلاؤں گا اور تمام برکات کا تیرے پر دروازہ کھولوں گا۔ چنانچہ ان پیشگوئیوں کے مطابق کئی لاکھ آدمی میری جماعت میں داخل ہوا جو اس راہ میں اپنی جان قربان کرتے ہیں اور اُس وقت سے آج تک دو لاکھ سے بھی زیادہ روپیہ آیا۔ اور اس قدر ہر ایک

☆ اگر کسی کو شک ہو تو مباہلہ کے بعد جو الہام میں نے شائع کئے ان کو میری کتابوں اور اخباروں میں دیکھ لے۔ منہ

طرف سے تحائف آئے کہ اگر وہ سب جمع کئے جاتے تو کئی کوٹھے اُن سے بھر جاتے اور مخالف لوگوں نے میرے پر مقدمہ اُٹھائے اور مجھے ہلاک کرنا چاہا لیکن سب کے منہ کالے ہوئے اور ہر ایک مقدمہ میں انجام کار میری عزت اور اُن کی نامرادی تھی اور مباہلہ کے بعد تین لڑکے بھی میرے پیدا ہوئے اور مجھے خدا نے عزت کے ساتھ اسی دنیا میں شہرت دی کہ ہزار ہا لوگ ذی عزت میری جماعت میں داخل ہوئے۔ یقیناً یاد رکھو کہ ہر ایک شخص جس کو اِس بات پر اطلاع ہوگی کہ مباہلہ کے پہلے میری عزت کیا تھی اور کس قدر میری جماعت تھی اور کیا میری آمدنی تھی اور اولاد میری کس قدر تھی پھر بعد اس کے کیا ترقی ہوئی اُس کو گو کیسا ہی دشمن ہو ماننا پڑے گا کہ مباہلہ کے بعد خدا نے برکت پر برکت دینے سے میری سچائی کی گواہی دی۔ اب عبدالحق سے پوچھنا چاہیے کہ اُس کو مباہلہ کے بعد کون سی برکت ملی۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ ایک کھلا کھلا معجزہ ہے اور قریب ہے کہ اندھا بھی اُس کو دیکھ لے مگر افسوس اُن لوگوں پر کہ جو رات کو دیکھتے ہیں اور دن کو اندھے ہو جاتے ہیں۔ مباہلہ کے دن سے آج تک مجھ پر فضل کی بارشیں ہو رہی ہیں اور جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ **دیکھ میں تیرے لئے آسمان سے برساؤں گا اور زمین سے نکالوں گا**۔ سو اُس نے ایسا ہی میرے ساتھ معاملہ کیا اور وہ نعمتیں دیں اور وہ نشان دکھلائے جو میں شمار نہیں کرسکتا۔ اور وہ عزت دی کہ کئی لاکھ انسان میرے پانوٴ پر گر رہے ہیں۔

۹۳۔ ترانواں نشان۔ اپنے امور وراثت کے متعلق ایک پیشگوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض غیر قابض جدی شرکاء نے جو قادیان کی ملکیت میں ہمارے شریک تھے دخل یابی کا دعویٰ عدالت گورداسپور میں کیا تب میں نے دعا کی کہ وہ اپنے مقدمہ میں ناکام رہیں۔ اِس کے جواب میں خدا تعالیٰ نے فرمایا **اجیب کُلّ دُعائک الّا فی شرکاءک** یعنی میں تیری ساری دعائیں قبول کروں گا مگر شرکاء کے بارہ میں نہیں☆ تب مجھے معلوم ہوا کہ اسی عدالت میں یا انجام کار

☆ اردو میں بھی الہام ہوا تھا جو یہی فقرہ ہے اس الہام میں جس قدر خدا نے اپنے اس عاجز بندہ کو عزت دی ہے وہ ظاہر ہے۔ ایسا فقرہ مقامِ محبت میں استعمال ہوتا ہے اور خاص شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ہر ایک کے لئے استعمال نہیں ہوتا ہے۔ منہ

زندہ رہتا تو کیا میرے دشمن بلکہ دین اسلام کے دشمن دنیا میں ہزاروں اشتہار جاری کر کے شور قیامت نہ مچا دیتے اور کیا میرا جھوٹا ہونا نقارہ کی چوٹ سے مشہور نہ کیا جاتا؟ تو پھر اب کیوں بزرگان قوم خاموش ہیں کیا ان لوگوں کی یہی تقویٰ ہے اور یہ کہنا کہ یہ مباہلہ نہیں۔ فرض کیا کہ یہ مباہلہ نہیں مگر محمد طاہر کی ریس کر کے بددعا تو ہے جس کے مقابل میرا الہام ہے کہ **انّی مھینٌ من اراد اھانتک** پس یہ کیا ہوا کہ اس بددعا سے میرا تو کچھ نہ بگڑا مگر خدا تعالیٰ کے الہام **انّی مھینٌ من اراد اھانتک** نے کھلا کھلا اثر دکھا دیا اور اسی بددعا کو بموجب آیت عَلَيۡهِمۡ دَآئِرَةُ السَّوۡءِ[1] غلام دستگیر پر نازل کر دیا۔ اور جو شخص محمد طاہر کا ثانی بننا چاہتا تھا اس کو خدا نے جھوٹے مسیح کا ثانی بنا دیا اور اُس کے مرنے کے بعد میرے پر برکت پر برکت نازل کی گئی۔ کئی لاکھ انسان مرید ہو گئے اور اس کی وفات کے بعد تین بیٹے پیدا ہوئے اور کئی لاکھ روپیہ آیا اور قریباً تمام دنیا میں عزت کے ساتھ خدا نے مجھے مشہور کر دیا۔ شاید ہمارے مخالف اب یہ کہیں گے کہ وہ جھوٹا مسیح اور جھوٹا مہدی جو محمد طاہر کی بددعا سے مرگیا تھا وہ بھی ایک اتفاقی موت تھی محمد طاہر کی دعا کا اثر نہ تھا پس ایسی باتوں کا ہم کہاں تک جواب دے سکتے ہیں چاہیں تو وہ دہریہ بن جائیں اور یہ کہہ دیں کہ غلام دستگیر کی موت بھی اتفاقی ہے ظاہراً علامات تو یہی معلوم ہوتی ہیں۔

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال	دل میں اُٹھتا ہے میرے سو سو اُبال
اِس قدر کین و تعصب بڑھ گیا	جس سے کچھ ایماں جو تھا وہ سڑ گیا
کیا یہی تقویٰ یہی اسلام تھا	جس کے باعث سے تمہارا نام تھا

غرض خدا کا یہ الہام کہ **انّی مھینٌ من اراد اھانتک** صدہا جگہ پر بڑے زور سے ظاہر ہوا اور ظاہر ہو رہا ہے اِس میں کیا بھید ہے کہ وہ قادر اس قدر میری حمایت کرتا ہے یہی بھید ہے کہ وہ نہیں چاہتا کہ اُس کا محبّ ضائع ہو۔

چہ شیرین منظری اے دِلستانم	چہ شیرین خصلتی اے جانِ جانم

براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں جن کے شائع ہونے پر اب چھبیس[۲۶] برس سے زیادہ عرصہ گذر گیا اور یہ وہ زمانہ تھا جس میں مجھے کوئی بھی نہیں جانتا تھا نہ کوئی موافق تھا نہ مخالف کیونکہ مَیں اُس زمانہ میں کچھ بھی چیز نہ تھا اور ایک احدٌ مّن النّاس اور زاویہ گمنامی میں پوشیدہ تھا پھر بعد اس کے آہستہ آہستہ ترقی ہوئی اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے تیس بتیس برس پہلے پیشگوئی کی تھی وہ سب باتیں ظہور میں آگئیں اور اب تک کئی لاکھ انسان قادیان میں آکر سلسلہ بیعت میں داخل ہو چکا ہے اور درحقیقت اس کثرت سے لوگ بیعت کے لئے قادیان میں آئے کہ اگر مجھے یہ الہام یاد نہ ہوتا **و لا تصعّر لخلق اللّٰہ و لا تسئم من النّاس** تو میں ان کی ملاقاتوں سے تھک جاتا اور جیسا کہ شرط ہے طریق اخلاق کو بجا نہ لا سکتا مگر یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ اُس نے ان واقعات سے تیس بتیس برس پہلے مجھ کو ان واقعات کی خبر دے دی اور ڈاک خانوں کے رجسٹروں سے تحقیق ہو سکتا ہے کہ اب تک مالی فتوحات میں کئی لاکھ روپیہ آچکا ہے اور اس سے زیادہ وہ روپیہ ہے جو لوگ خود آکر دیتے ہیں اور بعض لوگ خطوط کے ذریعہ سے نوٹ بھیج دیتے ہیں اور تخمیناً تین ہزار[۳۰۰۰] کے قریب اس سلسلہ کی ہر ایک مد کا ماہواری خرچ ہے جس سے ظاہر ہے کہ ان دنوں میں ماہوار آمدنی بھی اسی قدر ہے حالانکہ جس زمانہ میں ان فتوحات مالیہ کی پیشگوئی براہین احمدیہ میں شائع ہوئی تھی اُس زمانہ میں کوئی شخص ایک پیسہ سالانہ بھی نہیں دیتا تھا اور نہ کوئی امید تھی اور اس پیشگوئی پر تیس بتیس برس گذر گئے اور اُس زمانہ کی ہے جبکہ سال میں ایک پیسہ بھی کسی طرف سے نہیں آتا تھا اور نہ کوئی میری جماعت میں داخل تھا بلکہ میں اُس تخم کی طرح تھا جو زمین کے اندر پوشیدہ ہو جیسا کہ براہین احمدیہ میں جس کے شائع ہونے پر چھبیس[۲۶] برس گذر گئے خدا تعالیٰ نے میری نسبت یہ گواہی دی ہے اور وہ یہ الہام ہے۔ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن یعنی دعا کر کہ اے خدا مجھے اکیلا مت چھوڑ۔ اس سے ظاہر ہے کہ میں اُس وقت جبکہ یہ پیشگوئی فرمائی گئی اکیلا تھا اور پھر دوسرا الہام براہین احمدیہ میں میری نسبت یہ ہے **کَزَرْعٍ اخرج شطأہ** یعنی میں اُس بیج کی طرح تھا جو زمین میں بویا گیا اور نہ صرف یہ الہامات ہیں بلکہ اس قصبہ کے تمام لوگ

اور انہوں نے مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی کے استفتاء پر یہ کلمات میری نسبت لکھے تھے کہ ایسا شخص ضال مضل اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور ایسے لوگوں کو مسلمانوں کی قبروں میں دفن نہیں کرنا چاہیے۔ اور اس مولوی نے یہ فتوے دیکر تمام پنجاب میں آگ لگا دی تھی اور لوگ اس قدر ڈر گئے تھے کہ ہم سے مصافحہ کرنے سے بھی بیزار ہو گئے تھے کہ شاید اس قدر تعلق سے بھی ہم کافر ہو جائیں گے پھر مولوی غلام دستگیر قصوری وہ بزرگ تھے جنہوں نے میرے کفر کے لئے مکہ معظّمہ سے کفر کے فتوے منگوائے تھے وہ بھی اپنے یکطرفہ مباہلہ کے بعد انتقال کر گئے افسوس کہ مکہ والوں کو اُن کی اس موت کی خبر نہیں ہوئی تا اپنے فتوے واپس لیتے۔ پھر لودھیانہ کے مفتی مولوی محمد مولوی عبد اللہ مولوی عبد العزیز جنہوں نے کئی دفعہ مباہلہ کے رنگ میں **لعنت اللّٰہ علی الکاذبین** کہا تھا۔ وہ بھی اس الہام کے بعد گذر گئے۔ پھر امرتسر کے مفتی مولوی رسل بابا تھے وہ بھی کوچ کر گئے۔ اسی طرح بہت سے پنجاب کے مولوی اور بعض ہندوستان کے مولوی اس الہام کے بعد اس جہان کو چھوڑ گئے اگر ان سب کی اس جگہ فہرست لکھی جاوے تو وہ بھی ایک رسالہ بنے گا اور اس قدر جو لکھا گیا۔ وہ پیشگوئی کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے اور اگر کوئی اس قدر پر سیر نہ ہو تو ایک لمبی فہرست ہم دے سکتے ہیں۔

۹۸۔ اٹھانواں نشان۔ چند سال ہوئے ہیں کہ سیٹھ عبد الرحمٰن صاحب تاجر مدراس جو اول درجہ کے مخلص جماعت میں سے ہیں قادیان میں آئے تھے اور اُن کی تجارت کے امور میں کوئی تفرقہ اور پریشانی واقع ہوگئی تھی اُنہوں نے دعا کے لئے درخواست کی۔ تب یہ الہام ہوا جو ذیل میں درج ہے۔ **قادر ہے وہ بارگہ ٹوٹا کام بناوے۔ بنا بنایا توڑ دے کوئی اُس کا بھید نہ پاوے۔** اس الہامی عبارت کا یہ مطلب تھا کہ خدا تعالیٰ ٹوٹا ہوا کام بنا دے گا مگر پھر کچھ عرصہ کے بعد بنا بنایا توڑ دے گا۔ چنانچہ یہ الہام قادیان میں ہی سیٹھ صاحب کو سنایا گیا اور تھوڑے دن ہی گذرے تھے کہ خدا تعالیٰ نے اُن کے تجارتی امور میں رونق پیدا کر دی اور

ایسے اسباب غیب سے پیدا ہوئے کہ فتوحات مالی شروع ہوگئیں اور پھر کچھ عرصہ کے بعد وہ بنا بنایا کام ٹوٹ گیا۔

۹۹۔ ننانواں نشان۔ ایک دفعہ فجر کے وقت الہام ہوا کہ آج حاجی ارباب محمد لشکر خان کے قرابتی کا روپیہ آتا ہے۔ چنانچہ میں نے دو آریہ شرمپت اور ملا وامل ساکنان قادیان کو صبح کے وقت یعنی ڈاک آنے کے وقت سے بہت پہلے یہ پیشگوئی بتلا دی مگر ان دونوں آریوں نے بوجہ مخالفت مذہبی کے اس بات پر ضد کی کہ ہم تب مانیں گے کہ جب ہم میں سے کوئی ڈاکخانہ میں جاوے اور اتفاقاً ڈاکخانہ کا سب پوسٹ ماسٹر بھی ہندو ہی تھا تب میں نے اُن کی اس درخواست کو منظور کیا اور جب ڈاک آنے کا وقت ہوا تو اُن دونوں میں سے ملا وامل آریہ ڈاک لینے کے لئے گیا اور ایک خط لایا جس میں لکھا تھا کہ سرور خان نے مبلغ عـــہ بھیجے ہیں۔ اب یہ نیا جھگڑا پیش آیا کہ سرور خان کون ہے کیا وہ محمد لشکر خان کا کوئی قرابتی ہے یا نہیں۔ اور آریوں کا حق تھا کہ اس کا فیصلہ کیا جاوے تا اصل حقیقت معلوم ہو تب منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ مصنف عصائے موسیٰ کی طرف جو اُس وقت ہوتی مردان میں تھے اور ابھی مخالف نہیں تھے خط لکھا گیا کہ اس جگہ یہ بحث درپیش ہے اور دریافت طلب یہ امر ہے کہ سرور خان کی محمد لشکر خان سے کچھ قرابت ہے یا نہیں چند روز کے بعد منشی الٰہی بخش صاحب کا ہوتی مردان سے جواب آیا جس میں لکھا تھا کہ سرور خان ارباب لشکر خان کا بیٹا ہے تب دونوں آریہ لاجواب رہ گئے۔ اب دیکھو یہ اس قسم کا علم غیب ہے کہ عقل تجویز نہیں کر سکتی کہ بجز خدا کے کوئی اس پر قادر ہو سکے۔ اس پیشگوئی میں دونوں طرف مخالفوں کی گواہی ہے یعنی ایک طرف تو دو آریہ ہیں جن کی نسبت میرا بیان ہے کہ ان کو یہ پیشگوئی میں نے سنائی تھی اور ان میں سے ایک خط لانے کے لئے ڈاک خانہ میں گیا تھا اور دوسری طرف منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ ہیں جو ان دنوں لاہور میں ہیں جنہوں نے میری مخالفت میں اپنی کتاب عصائے موسیٰ شائع کی ہے اور جو کچھ چاہا میری نسبت لکھا۔ ہاں میں اس قدر کہتا ہوں کہ اس پیشگوئی کی تصدیق کے لئے ان دو طرفہ گواہوں سے حلفاً پوچھنا چاہیے نہ محض معمولی بیان سے کیونکہ ملا وامل

اس مباہلہ کا اثر

اس مباہلہ کا کیا اثر ہوا؟ حضرت اقدس نے اپنی کتاب انجام آتھم میں ایسے دسؔ امور درج فرمائے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کو خدا تعالیٰ نے اس مباہلہ کے بعد اپنی روحانی اور جسمانی برکتوں سے مالا مال کر دیا۔ ذیل میں ہم حضرت اقدس ہی کے الفاظ میں ان دس امور کا خلاصہ لکھتے ہیں:

اوّلؔ۔ آتھم کی نسبت جو پیشگوئی کی گئی تھی وہ اپنے واقعی معنوں کی رُو سے پوری ہو گئی۔

دوسراؔ امر جو مباہلہ کے بعد میری عزّت کا موجب ہوا وہ ان عربی رسالوں کا مجموعہ ہے جو مخالف مولویوں اور پادریوں کے ذلیل کرنے کے لئے لکھا گیا تھا۔

تیسراؔ امر مباہلہ سے پہلے شاید تین چار سو آدمی ہوں گے اور اب آٹھ ہزار سے کچھ زیادہ وہ لوگ ہیں جو اس راہ میں جاں فشاں ہیں۔

چوتھاؔ امر جو مباہلہ کے بعد میری عزت کا موجب ہوا۔ رمضان میں خسوف و کسوف ہے۔ سو خدا نے مباہلہ کے بعد یہ عزت بھی میرے نصیب کی۔

پانچواںؔ امر جو مباہلہ کے بعد میرے لئے عزت کا موجب ہوا علم قرآن میں اتمامِ حجّت ہے...... تم لوگوں میں سے کسی کی مجال نہیں کہ میرے مقابل پر قرآن شریف کے حقائق و معارف بیان کر سکے۔

چھٹاؔ امر جو اس مباہلہ کے بعد میری عزت اور عبدالحق کی ذلّت کا موجب ہوا یہ ہے کہ عبدالحق نے مباہلہ کے بعد اشتہار دیا تھا کہ ایک فرزند اس کے گھر میں پیدا ہو گا اور مَیں نے بھی خدا تعالیٰ سے الہام پا کر یہ اشتہار انوار الاسلام میں شائع کیا تھا کہ خدا تعالیٰ مجھے لڑکا عطا کرے گا۔ سو خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے میرے گھر میں تو لڑکا پیدا ہو گیا جس کا نام شریف احمد ہے۔ اب عبدالحق کو ضرور پوچھنا چاہئے کہ اس کا لڑکا کہاں گیا؟

ساتواںؔ امر جو مباہلہ کے بعد میری عزت اور قبولیت کا باعث ہوا۔ خدا کے راستباز بندوں کا وہ مخلصانہ جوش ہے جو انہوں نے میری خدمت کے لئے دکھلایا۔ مجھے کبھی یہ طاقت نہ ہو گی کہ میں خدا کے ان احسانات کا شکر ادا کر سکوں جو روحانی اور جسمانی طور پر مباہلہ کے بعد میرے وارِدِ حال ہو گئے۔

روحانی انعامات کا نمونہ میں لکھ چکا ہوں یعنی یہ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے وہ علم قرآن اور علم زبان محض

اعجاز کے طور پر بخشا کہ اس کے مقابل پر صرف عبدالحق کیا بلکہ کل مخالفوں کی ذلت ہوئی اور جسمانی نعمتیں جو مباہلہ کے بعد میرے پر وارد ہوئیں وہ مالی فتوحات ہیں جو اس درویش خانہ کے لئے خدا تعالیٰ نے کھول دیں مباہلہ کے روز سے آج تک پندرہ ہزار کے قریب فتوح غیب کا روپیہ آیا جو اس سلسلہ کے ربانی مصارف میں خرچ ہوا۔

آٹھواں امر کتاب ست بچن کی تالیف ہے۔ اس کتاب کی تالیف کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے وہ سامان عطا کئے جو تین سو برس سے کسی کے خیال میں بھی نہ آئے ہوں گے۔

نواں امر اس عرصہ میں آٹھ ہزار کے قریب لوگوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی۔ پس میں یقیناً جانتا ہوں کہ اس قدر بنی آدم کا توبہ کا ذریعہ جو مجھ کو ٹھہرایا گیا یہ اس قبولیت کا نشان ہے جو خدا کی رضامندی کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

دسواں امر جلسہ مذاہب لاہور ہے۔ اس جلسہ کے بارے میں مجھے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ جس رنگ اور جس نورانیت کی قبولیت میرے مضمون کے پڑھنے میں ہوئی اور جس طرح دلی جوش سے لوگوں نے مجھے اور میرے مضمون کو عظمت کی نگہ سے دیکھا کچھ ضرورت نہیں کہ میں اس کی تفصیل کروں۔ سب لوگ بے اختیار بول اُٹھے کہ اگر یہ مضمون نہ ہوتا تو آج بباعث محمد حسین وغیرہ کے اسلام کو سُبکی اُٹھانی پڑتی۔

امرتسری مولوی مسجد محمد جان کے نچلے حجرہ میں

مباہلہ مذکورہ بالا کے بعد حضرت اقدس نے مولویوں کو مخاطب کر کے ایک اشتہار شائع فرمایا کہ:

''اب ہم عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ سے فارغ ہو چکے ہیں اور آج سے تیسرے روز تک یہاں ٹھہرینگے جس مولوی کو ہم سے بحث کرنی ہو وہ کوئی مقام تجویز کر کے بحث کر لیں۔ ایسا نہ ہو کہ بعد میں شور مچایا جائے کہ بھاگ گئے۔ حضرت اقدس کے اس اشتہار سے مولوی صاحبان ایسے مرعوب ہوئے کہ کسی نے دم نہ مارا۔ اس پر خواجہ محمد یوسف صاحب رئیس امرتسر نے مولویوں سے کہا کہ

''اب تم بحث کیوں نہیں کرتے جبکہ مرزا صاحب نے بحث منظور کر لی ہے جب وہ چلے جائیں گے تو تم اس وقت پھر شور مچاؤ گے کے مرزا صاحب بھاگ گئے اور علمائے امرتسر سے بحث نہیں کی۔ مولویوں نے جواب دیا کہ ہم بحث کریں گے۔ باہم مشورہ کر لیں۔''[1]

[1] رسالہ نور احمد صفحہ ۳۳

یعنی خدا تعالیٰ میرے ہاتھ سے وہ نشان ظاہر نہ کرے جن سے اسلام کا بول بالا ہو اور جس سے

کہ عبدالحق نے مباہلہ کے بعد کونسی عزت دنیا میں پائی۔ کونسی قبولیت اس کی لوگوں میں پھیلی۔ کونسے مالی فتوحات کے دروازے اس پر کھلے۔ کون سی علمی فضیلت کی پگڑی اس کو پہنائی گئی۔ صرف فضول گوئی کے طور سے ایک بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا تھا کہ تا یہی مباہلہ کا اثر سمجھا جائے۔ مگر اس کی بدبختی سے وہ دعویٰ بھی باطل نکلا۔ اور اب تک اس کی عورت کے پیٹ میں سے ایک چوہا بھی پیدا نہ ہوا۔ مگر اس کے مقابل پر خدا تعالیٰ نے میرے الہام کو پورا کر کے مجھے لڑکا عطا کیا۔ ☆

یہ دس۱۰ برکتیں مباہلہ کی ہیں جو میں نے لکھی ہیں۔ پھر کیسے خبیث وہ لوگ ہیں جو اس مباہلہ کو بے اثر سمجھتے ہیں۔ **فعلیهم ان یتدبّروا ویفکّروا فی هٰذه العشرة الکاملة۔**

بالآخر ہم دوبارہ ہر ایک مخالف مکفر مکذب پر ظاہر کرتے ہیں کہ وہ مباہلہ کے میدان میں آویں اور یقیناً سمجھیں کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے عبدالحق کے مباہلہ کے بعد یہ دس قسم کا ہم پر انعام و اکرام کیا۔ اور اس کو ذلیل کیا۔ اور اس کا بیٹے کا دعویٰ بھی جھوٹا نکلا۔ اور کوئی عزت اس کو حاصل نہ ہوئی۔ اور خدا تعالیٰ نے اس کے تمام دعاوی کو رد کیا۔ اس سے بڑھ کر اس مباہلہ میں ہوگا۔ میں نے اس روز **بددعا نہیں کی**۔ کیونکہ وہ ناسمجھ اور غبی تھا۔ اور اس کی جہالت اس کو قابل رحم ٹھہراتی تھی **مگر اب میں بددعا کروں گا**۔ سو چاہیئے کہ ہر یک مباہلہ کی درخواست کرنے والا اپنی طرف سے چھپا ہوا اشتہار شائع کرے۔ اور یہ ضروری ہوگا کہ مباہلہ کرنے والا صرف ایک نہ ہو۔ بلکہ کم سے کم دس۱۰ ہوں۔ اور چونکہ مباہلہ کے لئے ہر یک شخص بلایا گیا ہے خواہ پنجاب کا ہو یا ہندوستان کا۔ یا بلاد عرب کا یا بلاد فارس کا۔ اس لئے یہ **مشقت** مخالفوں پر جائز نہیں رکھی گئی کہ وہ دور دراز سفر کر کے پہنچیں بلکہ حسب منطوق وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ[1]۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ[2]۔ یہ تجویز قرار پائی ہے کہ ہر ایک شخص **اشتہارات کے ذریعہ سے مباہلہ کرے۔ مگر** یہ شرط ضروری ہے کہ جو الہامات میں نے رسالہ انجام آتھم میں صفحہ ۵۱ سے صفحہ ۶۲ تک لکھے ہیں۔ وہ کل الہامات اپنے اشتہار مباہلہ میں لکھے۔ اور محض حوالہ نہ دے بلکہ کل الہام صفحات مذکورہ کے اشتہار میں درج کرے۔ اور پھر بعد اس کے عبارت ذیل کی دعا اس اشتہار میں لکھے۔ اور وہ یہ ہے

دعا

اے خدائے علیم و خبیر میں جو فلاں ابن فلاں ساکن قصبہ فلاں ہوں اس شخص کو

☆ عبدالحق غزنوی نے ۳ شعبان ۱۳۱۴ھ کو اس لعنت کی سیاہی کو دھونے کیلئے جو اس کے منہ پر جم گئی ہے ایک اشتہار دیا ہے اس اشتہار کا جواب اس ضمیمہ میں کامل طور پر آ چکا ہے صرف دو باتیں قابل ذکر ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ عربی میں مقابلہ کرنے کے لئے اپنے تئیں تیار ظاہر کرتا ہے۔ بہت خوب۔ یہی نشان دیکھ لے میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ میں نے اپنے مسیح موعود ہونے کا یہ ایک نشان ٹھہرایا ہے۔ پس میں مغلوب سے صرف یہی اقرار چاہتا ہوں نہ یہ کہ وہ میری عربی دانی کا اقرار کرے۔ سو اس کو چاہیئے کہ دس۱۰ مولویوں کی گواہی سے حلفاً یہ اشتہار شائع کرے کہ اگر میں عربی فصیح بلیغ میں اس پر غالب آ گیا تو وہ بلا توقف اسی مجلس میں میرے مسیح موعود ہونے کا اقرار کر کے مجھ سے بیعت کر لے گا۔ اب اگر اس مضمون کا اشتہار نہ دے تو لعنة اللّٰه علیه فی الدنیا والآخرة۔ اور مباہلہ کے لئے گو دس۱۰ آدمی کی شرط ہے لیکن اگر صرف عبدالجبار اور عبدالواحد کو ساتھ ملا لے تب بھی مجھے منظور ہے۔ منہ

کی دعا کو ایسا قبول فرمایا کہ ایک سال تک چوہدری اللہ داد غیبی امداد اور مالی فتوحات کے کرشمے اور عجائبات ملاحظہ کرتے رہے۔ اس کے بعد سوء اتفاق سے یہ دعا چوہدری اللہ داد صاحب سے ضائع ہو گئی اور وہ دستِ غیب کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

دستِ شفاء

میں ایک دفعہ تبلیغ کی غرض سے موضع رجوعہ اور ہیلاں تحصیل پھالیہ کی طرف گیا ہوا تھا کہ میرے ایک دوست چوہدری کرم داد ولد چوہدری راجہ خاں وڑائچ ساکن خوجیانوالی بعارضہ بخار بیمار ہو گئے اور بخار کی حالت میں انہیں سر درد کا ایسا شدید دورہ پڑا کہ آں موصوف نے اس کی شدت کی وجہ سے اپنا سر دیواروں سے ٹکرانا شروع کر دیا۔ ان کے گھر والوں نے جب ان کی یہ ناگفتہ بہ حالت دیکھی تو انہوں نے اس علاقہ کے مشہور طبیب حکیم غلام حسین کو بطورِ معالج کے منگایا اور ساتھ ہی قرآن مجید کے بعض حفّاظ کو دم کرنے کے لئے بلا بھیجا۔ چوہدری کرم داد کی حالت جب پھر بھی نہ سنبھلی تو ان کے اصرار پر ان کا بھائی چوہدری حسن محمد مجھے بلانے کے لئے موضع راجیکی سے ہو کر موضع رجوعہ اور پھر ہیلاں پہنچا اور میرے پاس چوہدری کرم داد کی ساری کیفیت بیان کی۔ میں یہ سنتے ہی جب موضع خوجیانوالی پہنچا تو حکیم غلام حسین جو احمدیت کے متعلق کسی قدر مخالف اور معترضانہ صورت میں باتیں کر رہا تھا مجھے دیکھتے ہی کہنے لگا کہ مولانا صاحب آپ بھی کٹڑ مرزائی ہیں اور یہ مرض بھی ہم اطباء کے نزدیک مایوس العلاج ہو چکا ہے۔ اب اگر آپ کوئی مرزا صاحب کی برکت کا معجزہ دکھائیں تو معلوم ہو کہ آپ کا مرزائی ہونا اور مرزا صاحب کا مہدی و مسیح ہونا کیا وزن رکھتا ہے۔ حکیم غلام حسین کا یہ کہنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اندر ایک بجلی کی سی رَو چلا دی اور میں لوگوں میں سے گذر کر چوہدری کرم داد کے پاس پہنچا اور السلام علیکم کہا۔ انہوں نے جب میری آواز سنی تو کہنے لگے خدا کا شکر ہے کہ آپ تشریف لے آئے ہیں اب میں خدا کے فضل سے اچھا ہو جاؤں گا۔ چنانچہ اسی وقت میں نے ان کے بندھے ہوئے سر سے پٹکا اتارا اور اپنا ہاتھ ان کے ماتھے پر رکھا۔ ابھی کوئی دس منٹ ہی گذرے ہوں گے کہ ان کا بخار اور سر درد غائب ہو گیا۔ میں نے ان سے حالت دریافت کی تو کہنے لگے اب تو بالکل اچھا ہوں میں نے اسی وقت حکیم غلام حسین کو بلایا اور کہا اب آپ بھی مریض کو دیکھ لیں۔ چنانچہ حکیم غلام حسین نے جب چوہدری کرم داد کو بیٹھے ہوئے دیکھا اور اس کی نبض پر ہاتھ رکھا تو حیرت زدہ

گے۔ بحث کب ہوگی؟ مولویوں نے کھسیانے ہوکر کہا کہ ہم مشورہ کررہے ہیں آپ تسلی رکھیں۔تھوڑی دیر میں ہم آپ کو اطلاع دیں گے۔خواجہ صاحب چلے گئے اور مولویوں میں یہ مشورہ ہوا کہ ایک اشتہار چھپوالو کہ مرزا صاحب نے بحث نہیں کی اور بھاگ گئے اور علماء کے مقابلہ پر نہ آئے جس وقت مرزا صاحب اسٹیشن پر پہنچ جائیں تو اشتہار لگا دو تا ہماری بات بنی رہے۔خواجہ صاحب یہ معلوم کرکے خاموش ہوگئے کہ مولوی بحث نہیں کریں گے اور درحقیقت کرہی نہیں سکتے۔ چنانچہ حضور کی روانگی پر حضور کی سواری (گاڑی) کے پیچھے پیچھے مولوی صاحبان اس اشتہار کو تقسیم کرتے جاتے اور دیواروں پر بھی چسپاں کرتے اور کہتے جاتے تھے کہ مرزا بھاگ گیا۔ بھاگ گیا۔

چند روز بعد یہ مولوی جمع ہوئے اور مشورہ کیا کہ مرزا صاحب کے مقابلہ میں کون کھڑا ہو۔اس بارے میں ان میں اتفاق نہ تھا۔ایک نے یہ مشورہ دیا کہ بحث سے انکار نہیں کرنا چاہیئے بلکہ یہ لکھو کہ کابل یا مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ میں چل کر بحث کرنی چاہیئے اس طرح یہ ہوگا کہ نہ وہ وہاں جائیں گے۔نہ مباحثہ ہوگا۔ (۴۸)

نتیجہ مباہلہ و مباحثہ۔ اس مباہلہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہت سی برکات سے نوازا چنانچہ حضور بیان فرماتے ہیں کہ۔

آتھم کے بارے میری پیشگوئی پوری ہوئی۔ پادریوں اور مولویوں کی عزت میں میرے عربی رسائل سے کمی آئی جو میں نے مباہلہ کے بعد تصنیف کئے تھے۔اس مباہلہ سے پہلے اس سلسلہ کی راہ میں جانفشانی کرنے والے افراد کی تعداد تین چار سو تھی جو مباہلہ کے بعد آٹھ ہزار سے زائد ہوگئی۔موعودہ کسوف و خسوف ماہ رمضان میں وقوع میں آکر میری عزت کا باعث ہوا اور علم قرآن میں اتمام حجت بھی۔ بعد مباہلہ مولوی عبدالحق صاحب نے اشتہار دیا کہ اس کے ہاں لڑکا ہوگا۔لیکن لڑکا پیدا نہ ہوا لیکن میرے اشتہار کے مطابق مجھے شریف احمد بیٹا عطا ہوا۔ راستباز بندوں نے میری خدمت کے لئے جو مخلصانہ جوش دکھلایا وہ میری قبولیت و توقیر کا باعث ہوا نیز اس درویش خانہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے مالی فتوحات دیں جو ربّانی کام پر صرف ہوئیں۔ ست بچن کتاب کی تالیف کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے سامان عطا کئے جو تین سو برس سے کسی کے خیال میں بھی نہ آئے ہوں گے۔قریباً آٹھ ہزار افراد کا میرے ہاتھ پر توبہ کرکے بیعت کرنے کا قبولیت کا نشان مجھے عطا ہوا جو رضائے الٰہی کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ جلسہ مذاہب لاہور میں مجھے اور میرے مضمون (اسلامی اصول کی فلاسفی) کو بہت دلی جوش سے اور نگاہ عظمت سے دیکھا گیا سب لوگ بے اختیار بول اٹھے کہ اگر یہ مضمون نہ ہوتا تو اسلام کو مولوی محمد حسین صاحب وغیرہ سے سبکی کا سامنا ہوتا۔

اسی سلسلہ میں حضور رقم فرماتے ہیں کہ۔

''میں دیکھتا ہوں کہ میری بیعت کرنے والوں میں دن بدن صلاحیت اور تقویٰ ترقی پذیر ہے۔ اور ایام

جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَیْہِ** حدیث سے فتویٰ تو یہ ہے کہ نہ دینی چاہئے۔ اگر سید کو اور قسم کا رزق آتا ہو تو اسے زکوٰۃ لینے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ہاں اگر اضطراری حالت ہو تو اور بات ہے۔ (الحکم 24 ر اگست 1907ء صفحہ 5)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب تحریر کرتے ہیں کہ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ اگرچہ صدقہ اور زکوٰۃ سادات کے لئے منع ہے۔ مگر اس زمانہ میں جب ان کے گذارہ کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ تو اس حالت میں اگر کوئی سیّد بھوکا مرتا ہو اور کوئی اور صورت انتظام کی نہ ہو تو بے شک اُسے زکوٰۃ یا صدقہ میں سے دے دیا جائے۔ ایسے حالات میں ہرج نہیں ہے۔ (سیرت المہدی جلد 1 صفحہ 718)

زکوٰۃ کے روپے سے حضرت مسیح موعودؑ کی کتب خرید کر تقسیم کرنا

فرمایا:

اگر میری جماعت میں ایسے احباب ہوں جو ان پر بوجہ املاک و اموال و زیورات وغیرہ کے زکوٰۃ فرض ہو تو ان کو سمجھنا چاہئے کہ اس وقت دین اسلام جیسا غریب اور یتیم اور بے کس کوئی بھی نہیں اور زکوٰۃ نہ دینے میں جس قدر تہدید شرع وارد ہے وہ بھی ظاہر ہے اور عنقریب ہے جو منکر زکوٰۃ کافر ہو جائے پس فرض عین ہے جو اسی راہ میں **اعانت اسلام** میں زکوٰۃ دی جاوے۔ زکوٰۃ میں کتابیں خریدی جائیں اور مفت تقسیم کی جائیں۔ (نشانِ آسمانی۔ روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 409)

صاحب توفیق کے لئے زکوٰۃ جائز نہیں

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب تحریر کرتے ہیں کہ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ جیسے زکوٰۃ یا صدقہ سادات کے لئے

زکوٰۃ نہ دینے والا یقیناً چور ہے

اگر کوئی شخص زکوٰۃ نہیں دیتا تو وہ یقیناً چور ہے۔ خواہ وہ یہ کہے کہ میں نے رات اور دن محنت کر کے کپڑے کی تجارت سے روپیہ کمایا ہے، خواہ وہ یہ کہے کہ مَیں نے رات اور دن محنت کر کے لوہے کے کارخانے سے روپیہ کمایا ہے، خواہ وہ یہ کہے کہ مَیں نے رات اور دن محنت کر کے مٹی کے تیل کی تجارت سے یہ روپیہ کمایا ہے، خواہ کسی چیز کی تجارت سے اُس نے روپیہ کمایا ہو اس میں ساری دنیا کا حصہ ہے اور اس کا فرض ہے کہ وہ اُس حصہ کو ادا کرے۔ اور اگر وہ بغیر اِس ٹیکس کو ادا کرنے کے روپیہ اپنے گھر میں لے جاتا ہے تو اسلام اُسے قطعاً مومن کہنے کے لئے نہیں۔ ہاں ایک بات یاد رکھنی چاہئے اور وہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں چونکہ ٹیکس دوہرا ہو گیا ہے یعنی گورنمنٹ بھی ٹیکس لیتی ہے اور اسلام بھی ایک ٹیکس لیتا ہے۔ اس لیے جس چیز پر گورنمنٹ کی طرف سے ٹیکس عائد ہوتا ہے۔ اگر اس کے ٹیکس کی رقم زکوٰۃ کے برابر یا زکوٰۃ سے زیادہ ہو تو پھر زکوٰۃ دینا واجب نہیں ہو گا۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی یاد رکھنا چاہئے کہ گورنمنٹ جمع شدہ مال پر ٹیکس نہیں لیتی بلکہ آمد پر ٹیکس وصول کرتی ہے۔ لیکن اسلام اس مال سے زکوٰۃ وصول کرتا ہے جو انسان کے پاس جمع ہو۔ اور جس پر ایک سال گزر گیا ہو۔ .... ہاں اس مال پر جس میں سے گورنمنٹ نے زکوٰۃ کے برابر یا اس سے زائد ٹیکس لے لیا ہو زکوٰۃ واجب نہیں۔ مگر کچھ نہ کچھ رقم ثواب میں شمولیت کے لیے اسے طوعی طور پر پھر بھی دینی چاہئے۔ ہاں اگر انکم ٹیکس یا مالیہ کم ہو اور زکوٰۃ یا عشر اس پر زیادہ عائد ہوتا ہو تو پھر جتنی کمی رہ جائے گی اُس کو پورا کرنا اُس کا فرض ہو گا۔

(تفسیر کبیر۔ جلد ششم، سورۃ نور۔ صفحہ ۳۴۰، ۳۴۱)

زکوٰۃ دینے کا رواج عورتوں میں کم ہے حالانکہ مردوں سے زیادہ عورتیں ہیں جن پر زکوٰۃ فرض ہے کیونکہ مرد تو وہی لوگ صاحب زکوٰۃ ہیں جو مالدار اور صاحب جائیداد ہیں اور یہ بہت کم ہوتے ہیں مگر عورتیں تو بہت کم ہوں گی جن کے پاس کچھ بھی زیور نہ ہو۔ عام طور پر عورتوں کے پاس کچھ نہ کچھ زیور ضرور ہوتا ہے مگر انہیں کوئی توجہ نہیں دلاتا کہ وہ اس کی زکوٰۃ ادا کریں۔

(الفضل ۲۸ر جنوری ۱۹۱۴ء۔ جلد ۱۔ نمبر ۳۳ صفحہ ۱۱)

منع ہے ویسا ہی صاحب توفیق کے لئے بھی اس کا لینا جائز نہیں ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مَیں نے یہ سُنا ہوا ہے کہ حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ آج کل سخت اضطرار کی حالت میں جبکہ کوئی اور صورت نہ ہو۔ ایک سیّد بھی زکوٰۃ لے سکتا ہے۔

(سیرت المہدی جلد 1 صفحہ 566)

زکوٰۃ مرکز میں بھیجی جائے

"چاہئیے کہ زکوٰۃ دینے والا اسی جگہ اپنی زکوٰۃ بھیجے۔"

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 83)

مکان اور جواہرات پر زکوٰۃ نہیں

خط سے سوال پیش ہوا کہ مکان میں میرا پانچ سو روپے کا حصہ ہے اس حصہ میں مجھ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ فرمایا:

"جواہرات و مکانات پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔"

(الحکم 24 فروری 1907ء صفحہ 13)

اخبار بدر میں اسی سوال کا جواب کسی قدر تفصیل سے درج ہے۔ چنانچہ اخبار نے لکھا کہ ایک شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا:

مکان خواہ کتنے ہزار روپے کا ہو، اس پر زکوٰۃ نہیں۔ اگر کرایہ پر چلتا ہو تو آمد پر زکوٰۃ ہے۔ ایسا ہی تجارتی مال پر جو مکان میں رکھا ہے زکوٰۃ نہیں۔ حضرت عمرؓ چھ ماہ کے بعد حساب کر لیا کرتے تھے اور روپیہ پر زکوٰۃ لگائی جاتی تھی۔

(بدر 14 فروری 1907ء صفحہ 8)

صدقہ کا گوشت صرف غرباء کا حق ہے

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب تحریر کرتے ہیں کہ اہلیہ صاحبہ عبدالعزیز صاحب

مصنف کی ردِ قادیانیت پر چند کتب

قادیانی کلمہ
قادیانی توحید
قادیانی کذاب
مرزا قادیانی چوہڑہ
مرزا قادیانی اِن ہیرا منڈی
مرزا کے 200 جھوٹ
قادیانی بے حیائی
مرزا قادیانی کی الہامی تجارت
مرزا قادیانی کی توہین یسوع علیہ السلام مسیح
زیاراتِ مدینہ منورہ